حاله ۳

خرید گردید وقف مشهد مقدسه

۲۱۸۵

۲۰۴۸۶

مرحوم سید محمد حسین

زمانه نواب جناب خان بهادر مولوی

زیدی متولی وقف مشهد مقدسه

خاکسار محمد علی حسین خان

نصر من اللہ و فتح قریب

فتح اسلام

یعنی

مناظرہ خورجہ

جو مابین اہل اسلام اور آریہ سماج کے ۱۹-۲۰-۲۱ مارچ ۱۹۱۸ء کو زیر اہتمام
مولانا محمد مبارک حسین صاحب مدرس مدرسہ قاسم العلوم خورجہ ہوا تھا
جسمیں اہل اسلام کی طرف سے مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب مولوی فضل شیر صاحب امرتسری مناظر تھے
اور آریہ سماج کی طرف سے مہاشہ شانتی سروپ جی و بابو رامچندر جی دہلوی مناظر تھے۔
اور مرزا شاہرخ بیگ صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم خورجہ و دیگر صاحبان کی جانب سے
یہ روداد مباحثہ

بوڑھ بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر میں شیخ عبدالعزیز پرنٹر کے

تالیف مولانا محمد مبارک حسین صاحب

مناظر اسلام و صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم خورجہ

آئینہ اسلام } اسمیں اسلام کی صداقت اور اوسکی تقدیس پر بحث کیگئی ہے اور ثابت کردیا ہے کہ حقیقی سرچشمہ اسلام ہی ہے۔ قیمت ۲ر

آئینہ معراج } معراج شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جو آریہ سماج کے اعتراض ہیں انکے دندان شکن جواب دیئے گئے ہیں۔ ۲ر

مبارکیہ ردّ تناسخ آریہ

آریہ کی تناسخ کی تردید منطقی اور فلسفیہ دلائل سے۔ قیمت ۲ر

ضیاء الاسلام } مولانا کا وہ پر درد وعظ جو سنئے لعل محمد بریلی میں تین جگہ بیان کیا گیا تھا قابل دید۔ قیمت ۲ر

مندرجہ بالا کتابیں ملنے کا پتہ:۔

مدرسہ قاسم العلوم۔ خورجہ

ضلع بلند شہر

تصنیف مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری

حق پرکاش۔ ستیارتھ پرکاش متعلقہ اسلام کا مکمل جواب قیمت ۸ر

تبر اسلام۔ مہاشہ دھرمپال سابق آریہ کے رسالہ نخل اسلام کا جواب قابل دید ۵ر

مناظرہ نگینہ۔ مشہور و معروف مباحثہ جو نگینہ میں آریوں سے ہوا تھا۔ ۸ر

بحث تناسخ۔ تناسخ اور مادہ کا ابطال۔ ۳ر

شادی بیوگان اور نیوگ

قیمت ۱ر

حدوث دنیا۔ آریوں کا ردّ۔ قابل دید رسالہ۔ قیمت ۲ر

حدوث وید۔ قدامت وید کا ابطال وید سے۔ ۱ر

سوامی دیانند کا علم و عقل

سوامی کی سمجھ کا آئینہ۔ ۱ر

ترک اسلام۔ رسالہ ترک اسلام کا معقول مکمل اور مفصل جواب ۸ر

ملنے کا پتہ:۔

دفتر اخبار اہلحدیث امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امّا بعد۔ ہم خدام کیفیت مناظرہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اسمیں مفصل حالات ہونگے بنائے مخاصمت اور اسباب پر پوری نظر ڈالی جاویگی۔ انشاءاللہ۔

قبل ازیں

کہ ہم مفصل کیفیت ہدیۂ ناظرین کریں کچھ بطورِ تمہید عرض کردیں تاکہ ارتباط مضامین بہترین طریقہ سے ہوجاوے **معزز ناظرین** زمانہ کی نیرنگیاں ابناءِ زمانہ کی جدت طرازیاں ملت مذہب میں اہواءِ نفسانی وتلمیحات شیطانی سے موشگافیاں آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ پیش کررہی ہیں جو آج سے تیرہ سو برس پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاکیزہ اور محبت آمیز لہجہ میں ان پیارے الفاظ میں یہ فرمایا تھا کہ یصبح الرجل فیہا مومنًا ویمسی کافرًا۔ یعنی ایسے ایسے فتنے برپا ہونگے۔ جنمیں اپنے مرکز پر قایم رہنا دشوار ہوجائیگا۔ ایک سیلاب میں اگر بمشکل قدم جمے رہینگے۔ تو دوسری موج آکر بہا لیجائیگی۔ صبح کو آدمی اپنے مذہب ودین پر قایم ومستقیم ہوگا تو شام تک اونکو اون زلازل وفتن سے سابقہ پڑیگا کہ جنمیں مذہب ودین کو سنبھالنا دشوار ہوجائیگا۔ ایسے پُرآشوب اور زہریلے زمانہ میں اگر کوئی جذبات انسانی اپنی طرف متوجہ کرے تو اوس کے حق اور فتح مند ہونیکا یہ کافی ثبوت ہے۔

کردیا ہے کہ اسمیں ایک ایسی کشش ہے جسکی کیفیت بیان کرنے سے انسان قاصر ہے

لیکن زمانہ کے زبردست ہاتھوں۔ روزمرہ کے تجربوں اور نئے نئے واقعات نے ثابت

کردیا ہے کہ اسلام اپنی سچی روحانیت کے ذریعہ سے ہر سال اپنے اتباع کی تعداد

بڑھاتا ہے۔ ہرچند کہ دیگر مذاہب دنیوی تموّل اور اسباب شہوات نفسانی پیش کرتے

ہوئے اپنی جانب بلاتے ہیں۔ دیکھو عیسائی مشن معقول وظائیف کے ذمہ دار ہوتے

ہیں۔ آریہ مذہب نیوگ کی چاشنی کے علاوہ دوسری قسم کی مالی امدادوں سے

ہم آغوش کرنیکا وعدہ کرتا ہے لیکن قربان جائیے اسلام کی اوس روحانیت پر

جو دنیا کو لالچ اور طمع کے بغیر اپنی طرف لاتی ہے۔ اور اون کو توحید کے جلووں سے

ایسا آراستہ بناتا ہے کہ پھر جاہ وجلال دنیوی کو ٹھوکر سے مار کر آخرت کی شیریں

مزے سے سیراب ہوتا ہے۔ اور اوسوقت سچے قلب سے کہتا ہے کہ بے شک

اے خدا تیرا فرمانا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ خوشگوار منظر ہے۔

کیا کسی نے لالچ پیش کیا تھا بلالؓ کے روبرو جو اوس نے ہزارہا قسم کی تکلیفیں

برداشت کرتے ہوئے اپنے سچے مذہبی جذبہ کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور کلمہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو زبان پر جاری رکھا۔ کون اور کسوقت حضرت

خُبَیبؓ کو سمجھانے گیا تھا جبکہ اوسکو ایک جانور کیطرح مشرکوں نے ذبح کیا۔ اور

اوس نے اپنے خدا اور رسولؐ کی یاد کو دل سے نہ بھلایا۔ اور پیارے اسلام کو

اپنے قلب میں رکھکر دنیائے فانی میں فردوس بریں کیطرف لیگیا۔ یہ تاریخی واقعات

قرون اولی کے جسطرح اسلام کی روحانیت پر برہان قاطع ہیں۔ اسیطرح روزمرّہ

اسلام کی صداقت ہر گوشہ ملک میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونا مشاہدہ صحیحہ کا

حکم رکھتا ہے اور کیوں نہو جبکہ مذہب جس کے طالب آجتک ہوں۔ اور اوس

صحیح مذہب میں وہ روحانیت اپنا مقناطیسی اثر باقی رکھتی ہو۔ اس کے ثبوت میں

علاوہ ہزارہا روزمرّہ کے واقعات کے خورجہ کا ایک معاملہ پیش کرتے ہیں۔ جس سے

سنئیے

خورجہ ضلع بلند شہر متصل علی گڈھ میں آریہ سماج کے ایک پنڈت موسوم چندر پرکاش جی سب اڈیٹر اخبار آریہ گزٹ لاہور آئے۔ انہوں نے یہاں کی طرز انداز دیکھکر ایک چیلنج بنام ڈبل چیلنج تمام مذاہب کو دیا جسپر مدرسہ قاسم العلوم کیطرف سے مولانا محمد مبارک حسین صاحب عمودی صدر مدرس مدرسہ موصوفہ نے اس کا جواب اثبات میں دیا

خلاصہ تحریر پنڈت چندر پرکاش جی

ڈبل چیلنج چیلنج چیلنج

میں اخبار آریہ گزٹ کا سب اڈیٹر ہوں اور مذہبی تحقیقات کا مجھے عرصہ سے شوق ہے۔ میں آریہ مذہب کو ایک سچائی والا مذہب سمجھکر قائم رہا اور ایک عرصہ سے اپنی مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دیگر مذاہب کی میں نے جانچ کی تو اب بعض وجوہ سے میرے قلب میں اپنے مذہب کی طرف سے تذبذب پیدا ہو گیا ہے۔ اور سنتا ہوں کہ اس شہر میں حامیان مذہب کامل الفن موجود ہیں۔ مجھے میرے خیالات کے مطابق میرے شبہات سمجھا دیں میں طالب حق ہوں اور جو مذہب سچائی کی تعلیم دینے والا ہوگا۔ وہ قبول کرونگا۔ یہ سوال جواب جلسہ عام میں ہونگے۔ (طالب حق چندر پرکاش۔) ۲۲۔ جنوری ۱۹۱۷ء)

اس کے جواب میں مولانا نے جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے:۔

بجواب ڈبل چیلنج

جو کہ آپنے شائع کیا جسمیں آپ نے طالب مذہب اپنی غرض ظاہر کی ہے۔ اگرچہ سوقت خاکسار بوجہ علالت تقریر تحریر کے کماحقہ قابل نہیں۔ مگر چونکہ آپ خو

کرنیکو طیار ہوں۔ چاہے جلسہ عام ہو یا خاص۔ جلسہ عام میں صورت مناظرہ ہوگی۔ آپکو قواعد مناظرہ کا پابند ہونا ہوگا۔ (۲۳۔جنوری)

(محمد مبارک حسین سنبھلی عفی عنہ۔ صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم خورجہ)

اس کے بعد ۲۴۔جنوری ۱۷ء کو مابین مولانا و پنڈت جی شرائط مناظرہ طے ہو کر قلمبند ہوگئیں اور حکم مناظرہ بھی فریقین کے حسب منشا ہو گئے۔ ۲۴۔کی شام کو عام اعلان مناظرہ واقع میدان سرائے عَلو شائع ہو گیا۔ پبلک ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوگئی۔ ٹھیک چار بجے گفتگو شروع ہو گئی۔ اولاً پنڈت جی نے آیتہ کلام اللہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ الخ پر ایک اعتراض پیش کیا اور اسی کی تائید میں اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پیش کی۔ مولانا نے نہایت صفائی کے ساتھ سلیس اور عام فہم جواب دیا۔ جسکو پنڈت جی نے بھی باور کیا اور چند الزام اپنی جانب سے پنڈت جی کے اوپر قایم کئے۔ جس سے پنڈت جی بہت پریشان ہوئے۔ یہ گفتگو ۵۔بجے ختم ہوئی۔ اس طور پر کہ ۱۵ منٹ پنڈت جی تقریر کرتے تھے۔ اور ۱۵ منٹ مولوی صاحب موصوف جواب دیتے تھے لیکن اس سے پہلے اجلاس میں کوئی امر طے نہیں ہوا اور اجلاس ختم ہو گیا۔

دُوسرا اِجلاس ۲۵ جنوری وقت صُبح

آیات مذکورہ کے متعلق بحث ہوتی رہی۔ اخیر میں خدا کے علم اور ارادہ کی ایک بحث شروع ہوگئی۔ بہت گفتگو کے بعد خدا کے علم کے متعلق ایک جدید سلسلہ علم اجمالی اور تفصیلی کے متعلق شروع ہوگیا۔ مولانا نے پنڈت جی سے دونوں علموں کی تعریف دریافت کی۔ پنڈت جی ایسے چکرائے کہ علم اجمالی اور تفصیلی جسکو خود چھیڑا تھا۔ میں فرق نہ کرسکے۔ اور اپنے سوال سے رجوع کیا

تیسرا اجلاس ۲۵ جنوری وقت ۲م

مولوی صاحب نے پھر اوسی منطقی بحث کو اٹھایا یعنی علم اجمالی اور تفصیلی کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ پنڈت صاحب بہت معقول ہوئے اور اپنے سوال کی واپسی کے کوشاں رہے۔ اخیر میں ایک سوال پیدا کر دیا کہ میں صرف یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ مسئلہ تقدیر آپ لوگوں کے یہاں مانا جاتا ہے۔ لیکن یہ خیال میں نہیں آتا۔ کہ جب انسان کو خدا نے پیدا کیا۔ اور برائی بھلائی یعنی نیکی بدی پیدا کی تو انسان کیوں قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے۔ نہ خدا پیدا کرتا نہ انسان کرتا۔ خدا خود قابل سزا ہے۔ معاذ اللہ۔ کہ اوس نے پیدا کیا۔" مولانا نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے ایسے پاکیزہ الفاظ میں جواب دیا اور پبلک کو سمجھا دیا کہ حق بجانب دین اسلام ہے۔ آپکی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک تو خلق ہے اور ایک کسب۔ حق تعالیٰ جل شانہ خالق تمام اشیاء کا اور بندہ کاسب ہے۔ جزا و سزا جو مرتب ہوگی۔ وہ کسب پر ہوگی۔ نہ خلق پر۔ اور بندہ کاسب ہے تو مجرم بھی کاسب یعنی بندہ ہوگا نہ خالق۔ اللہ تعالیٰ بری ہے۔ دیکھئے حق تعالیٰ شانہ اپنے فیضان کو یکساں فرماتے ہیں۔ درجہ کسب میں جاکر اختلاف پیدا ہوتا ہے جو کسب سے تعلق رکھتا ہے۔ جسطرح کہ آفتاب یکساں اپنی روشنی دنیا میں ڈالتا ہے پس اگر منفعل کی جائے غیر ہو تو وہ شکل درجہ اپنے کی قبول کرتا ہے۔ جسطرح کہ نور آفتاب سب جگہ ایک روشن پڑ رہا ہے لیکن اگر کسی روشندان کے اندر آئینہ سیاہ یا سبز یا سرخ لگا ہوا ہوگا تو وہ نور اوسی رنگ کا معلوم ہوگا۔ تو یہ اختلاف رنگ آفتاب کا اثر نہیں۔ بلکہ آئینہ کیطرف منسوب کیا جاویگا اسیطرح حق تعالیٰ شانہ خالق ہے۔ درجہ کسب میں جاکر وہ امر بدی ہوا تو فعل عبد سے ہوا۔ عبد کی جانب منسوب کیا جائیگا۔ اس تقریر کو مزید وضاحت سے بیان فرمایا۔ تمام مجمع متاثر تھا۔ اخیر میں پنڈت جی نے اپنے سوال کی صورت بدلی۔ اور

چوتھا اجلاس ۲۶ جنوری وقت صبح

پنڈت جی نے ایک سوال مسئلہ تقدیر کیا اور ایک منطقی بحث کی صورت میں چلایا اور حصر کر دیا کہ اگر مولوی صاحب یا اور کوئی شخص دنیا میں میرے اس کلیہ کو توڑ دے تو میں اوسی وقت اوسکا مذہب قبول کر لوں۔ اس کے جواب میں مولانا نے حکم مناظرہ کو تحریک کہ پنڈت جی کے اس وعدہ پر دستخط کرا لیجئے۔ میں انشاء اللہ کوشش اس کے توڑنے کی کرونگا۔ حکم مناظرہ نے روبرو پبلک کے پنڈت جی کے دستخط کرائے اور گفتگو کی اجازت دی۔ پنڈت جو مسئلہ تقدیر کو قانون کے قالب میں ڈھالتے تھے اور تعزیرات ہند کا حوالہ دیتے تھے۔ مولانا نے کچھ مقدمات منطقیہ اور فلسفیہ تسلیم کرائے اور حکم کو نوٹ کراتے گئے۔ اون مقدمات کی بناء پر ایک تقریر شروع کی۔ دوران تقریر میں ایک باغ کی ایسی مثال پیش کی جس نے پنڈت جی کے کلیہ کو جڑ سے توڑ دیا اور ایسے صاف الفاظ میں تقریر فرمائی۔ کہ عام پبلک کو یہ سمجھا دیا کہ حقیقت میں کلیہ ٹوٹ گیا۔ ہر چہار طرف سے سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ ختم تقریر پر پنڈت جی نے حکم سے دریافت کیا۔ حکم نے بمشورہ پبلک مولویصاحب کے حق میں فیصلہ دیا۔ پنڈت جی نے ہندو صاحبان سے دریافت کیا کہ مولانا نے فرمایا کہ آریہ سماج کو وید کی رو سے کہنا چاہیئے۔ تو سب نے بآواز یہہ کہا کہ مولوی صاحب نے ٹھیک فرمایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ پنڈت جی وعدہ اسلام پورا کیجئے۔ پنڈت جی نے فرمایا کہ میں ہندو مسلمان کسی کے فیصلہ کو نہیں مانتا۔ مشن سے پادری صاحب بلائے جاویں وہ جو فیصلہ دیں۔ مجھے منظور ہے پادری صاحب مشن سے آئے اور کل تقریر صورت سوال وجواب میں فریقین

عہ مولانا ایک مشہور منطقی ہیں۔

سمجھ میں آتا ہے کہ کلیہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد پنڈت جی نے ۱۵ منٹ مہلت غور کرنے کیواسطے حکم جلسہ سے حاصل کی۔ غور کرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور حسب ذیل تقریر فرمائی۔

صاحبان! میں خورجہ میں طلب حق کے واسطے حاضر ہوا تھا۔ اور میں نے اپنے خیالات کو سوال و جواب کی صورت میں ظاہر کیا میرے مقتدر حضرت مولانا محمد مبارک حسین صاحب محمودی واعظ و مناظر اسلام سنبھلی صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم خورجہ نے مجھکو سمجھایا اور میرے شبہات جو ایک عرصہ سے میرے دل میں جگہ کئے ہوئے تھے وہ رفع فرمائے۔ میرے کلیہ کے دعوی کو جہانتک میں نے غور کیا۔ یقیناً وہ باغ کی مثالی توڑتی ہے میں پرماتما کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے نیک ہدایت کی اور میں دل سے اسلام کو سچا مذہب خیال کر کے مولانا کے دست مبارک پر قبول کرتا ہوں۔ آپ اس عاجز کے حق میں پرارتھنا (دعا) فرماویں۔ اور ہمارے حضرت مولانا محمد مبارک حسن صاحب کے حق میں دعا کریں جو اس بندہ کے واسطے باعث نجات ہو۔

یہہ تقریر کر کے مولانا محمد مبارک حسن صاحب کی جانب بڑہے اور مجمع عام میں اسلام قبول کیا۔ اور اسلامی نام عبد الرحمان رکھا گیا۔ یہ موقع دیدہ زیب اور منظر دلفریب ملاحظہ سے تعلق رکھتا تھا۔ تمام ہندو آریہ قوم اٹھکر بھاگے اور مسلمانوں کی مسرت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ ایک جوش تھا۔ مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے۔

اخیر میں مولانا نے ایک تقریر بعنوان "اسلام دنیا میں کیونکر پھیلا" پرزور فرمائی۔ جسمیں ابتداء اسلام کے واقعات قرون اولی کے حالات دکھلاتے ہوئے ثابت کر دکھایا کہ دنیا میں اسلام کے سوائے کوئی مذہب حق نہیں۔ تقریباً دو گھنٹہ تقریر فرمائی۔

[illegible] مدرسہ [illegible] مولانا محمد مبارک حسن صا[illegible]

مدرس اعلیٰ ہیں) تک تمام جلسہ کے لوگ آئے۔ ازدحام کثیر کے وقت بعض مسلمانوں نے اوسی وقت مصافحہ کرنا چاہا مولانا نے منع فرمایا اور مرزا صاحب مرحوم کے اکھاڑہ کو بیس پہلوانوں نے حلقہ کرلیا۔ اب جبکہ روانگی ہوئی تو مسلمانوں کی زبان پر کلمہ طیبہ کے اعلان کا شور تھا۔ نوجوان لڑکے اپنی سرخ ٹوپیاں اچھالتے تھے۔ اور باآواز کلمہ پڑھتے تھے۔ پھول بکھیرے گئے۔ ہار پہنائے گئے۔ غرض یہ موقع وہ تھا جو اسلامی دنیا میں ایک ممتاز شان رکھتا تھا۔ مدرسہ میں پہونچکر دو مسلمانوں کیجانب سے مٹھائی تقسیم ہوئی۔ اور پنڈت صاحب کی وضع کا تبادلہ ہوا۔ بعد میں مسجد مدرسہ میں پنڈت جی۔ یعنی عبدالرحمان صاحب نومسلم نے نماز ادا کی۔ خدا اون کو قایم رکھے دین مستقیم پر۔

وقت شام عبدالرحمان صاحب سابق پنڈت جی نے شام کے جلسہ میں ایک تقریر فرمائی۔ جسمیں آپنے گذشتہ اور موجودہ حالات بیان کرتے ہوئے خورجہ آنا اور قبول اسلام کے متعلق تقریر فرمانا اور دیگر مذاہب کا بطلان بیان کیا۔ ان واقعات کی مسرت کا نہ صرف اہل خورجہ پر بلکہ بیرونجات پر بھی یہ اثر تھا کہ مسلمانوں کو اپنی عمر میں اس اسلامی مسرت (جسکو تہنیت کے ساتھ تعبیر کرنا چاہیئے) اپنی نوعیت اور جدت میں یہ پہلا موقع تھا۔ گھروں میں بیبیاں راستوں میں بچے۔ مسجدوں میں نمازی غرض ہر جگہ مسلمانوں کی مجالس اس پاک ذکر سے پر رونق تھیں۔ شہر میں دیگر مقامات پر بھی پنڈت جی کی مجالس ہوتی رہیں۔ نہایت مسرت اور احترام کے ساتھ مسلمانان خورجہ نے بلند شہر کے مسلمانوں کی درخواست پر بلند شہر کو روانہ کیا۔

بنام مناظرہ پنڈت چندر پرکاش نومسلم کے اسلام لانے پر آریہ سماج خورجہ میں ہلچل پڑگئی اور اپنی ندامت دہونے کی صورت میں ایک اشتہار شائع کردیا۔

کیلئے وغیرہ وغیرہ۔ اور اسمیں چیلنج مناظرہ بھی مبہم طور پر تھا۔ حالانکہ مولوی صاحب کا وطن سنبھل ضلع مرادآباد ہے اور پنڈت چندر پرکاش جی ضلع بجنور نجیب آباد کے تھے۔ مگر دروغ گورا حافظہ نباشد کی مصداق ہوا۔ اس کے جواب میں اہل اسلام خورجہ کی جانب سے اشتہار مندرجہ ذیل شائع ہوا۔ جس کے مقابلہ میں سماج کو سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

نقل اشتہار منجانب اہل اسلام خورجہ

اُسلام کی ترقی پر سماج کے گھر ماتم

ہ نہ خنجر اُٹھیگا نہ تلوار ان سے ؞ وہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

سطح زمین پر ہر گوشہ ملک میں اسلام کی ترقی ایسے زبردست طریقہ سے ظاہر ہوچکی ہے جسکا مخالفین نے بھی اپنی تحریرات میں آفتاب نیمروز کیطرح اقرار کیا ہے بلکہ گورنمنٹی مردم شماری نے مسلمانوں کی تعداد کا ذکر کرتے ہوئے جملہ مذاہب کو ثابت کر دکھایا ہے کہ اسلام کی ترقی عالمگیر ترقی ہے لیکن دیگر مذاہب خصوصاً سماج کرایہ کنندوں نے بے عقل ناہنجاروں کی تعداد بڑھانے کیلئے شدھی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ خودغرض اور مغلوب الحواس نیوگ وغیرہ کی خاطر اس سلسلہ میں داخل ہوتی ہیں اور اتمام غرض کے بعد ترک مذہب کرنے پر آریہ کو یہ پریشانی ہوتی ہے۔ کہ وہ اخبارات کے ذریعہ سے اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے فلاں کو علیحدہ کر دیا۔ چنانچہ آریہ سماجی اپنے نوٹس میں ۷ ستمبر کے مشر اخبار کا حوالہ دیکر کسی شخص کے متعلق ظاہر کر رہے ہیں لیکن اسکا حلیہ نہ ظاہر کیا۔ تاکہ غلطی کا انکشاف نہ ہوجاوے خورجہ میں عبدالرحمان نومسلم کا مسلمان ہونا یوں ناگوار ہوا ہے کہ کہیں یہ سلسلہ دیگر سماجیوں کو کلمہ طیبہ نہ پڑھادے۔ کسی کے سینہ پر چوہا اتر گیا۔ اس نے شور

یوں مشہور کیا ہے کہ آئندہ نہیں صاحب ... جائے ... ہو

چاہیے۔ یہی وجہ سماجی دوستوں نے سوچکر ایک فرضی اشتہار (جسمیں بلا قید تاریخ چیلنج بھی درج ہے) شائع کیا ہے۔ کہ مولوی صاحب نے جو ایک پنڈت کو مسلمان کردیا ہے ایسا نہ ہو کہ کل آریہ سماج کا صفایا کردیں۔ اشتہار میں وید کی صداقت کا دعویٰ کرتے ہوئے لفظ چیلنج تو لکھدیا ہے لیکن یہ نہ تحریر فرمایا کہ کون تاریخ اور کس جگہ ویدکی صداقت کا دعویٰ ظاہر ہوگا۔ تاکہ شیر اسلام اون کے دعویٰ کو ہیچ کرکے دکھلائیں۔ یاد رکھو کہ اسلام زندہ اور جاوید مذہب ہے۔ اس کے مقابلہ میں اشتہار شائع کرنے سے پبلک دھوکہ میں نہیں آئیگی۔ اور اسلام کے مقابلہ میں ایسی کارروائی کرنا چاند پر خاک ڈالنا ہے۔ مسئلہ تناسخ کی تخصیص کی ضرورت نہیں بلکہ اسلام تمام آریہ اصول کے باطل دعووں کے مقابلہ میں موجود ہے نومسلم کو فرضی مسلمان ہونا بتایا جاتا ہے۔ ہمیں علم غیب نہیں ہے کہ کسی کو قبل تجربہ پہچان لیں۔ اسکا معترض ہونا صاف بتاتا ہے۔ کہ قبل مباحثہ آریہ تھا۔ لہذا آریہ سماج کو اپنے مذہب پر اعتماد ہے تو وہ مجلس مناظرہ مقرر کرکے چیلنج دیں۔ مسلمان انکے دعوے کو باطل کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔

المشتہر:- خادمان اسلام۔ شاہرخ بیگ مہتمم مدرسہ قاسم العلوم۔ محمد ابراہیم خان۔ محمد اسحٰق خان۔ خلیل احمد۔

شہر میں یہ اشتہار شائع ہوا۔ اور شام کو مخدوم شاہ ولایت میں حضرت مولانا محمد مبارک حسین صاحب صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم کا لیکچر ہوا۔ ابتدائے اسلام کے تاریخی واقعات دکھلاتے ہوئے حضرت ابوحذیفہ کی گرفتاری کے وقت ہرقل بادشاہ نے جو تکالیف پیش کی تھیں۔ انکی مفصل کیفیت پر جوش لہجہ میں بیان کی۔ اور مسلمانوں کے استقلال صبر تحمل کا ایسے زبردست پراثر الفاظ میں فرمایا۔ کہ ایک نوجوان آریہ سماج ساہد کشن لال نامی برادر کشن لال منتری آریہ سماج مشرف باسلام ہوا

اور ایک عورت مشرف باسلام ہوئے۔

اب کیا تھا؟ آریہ سماج کے خرمن میں آگ لگ گئی۔ اور وہ سمجھی۔ کہ اگر یہ سلسلہ باقی رہا۔ تو خورجہ میں شاید کوئی آریہ رہے۔ فوراً نتیجہ پر غور کرکے ایک چٹھی دوسری فروری ۱۹۱۱ء کو بنام مہتمم انجمن بھیجی۔ اور لکھا کہ اصول مندرجہ پر مناظرہ ہونا چاہئے

(۱) سوامی جی اور آنحضرتؐ کی زندگی کا مقابلہ (۲) وید مقدس الہامی کتاب ہے یا قرآن شریف (۳) احادیث اور ستیارتھ پرکاش کا مقابلہ۔

اور بہت سے مضمون اسکی تائید میں بیکار لکھے تھے۔ ۲۔ فروری کو ہی اہل اسلام کیطرف سے جواب دیا گیا۔ جسکا خلاصہ یہ تھا۔ کہ آپ نے اصول کو نظر انداز فرمایا۔ فروعات کو اصول ٹھہرایا۔ یہ آپ لوگوں کی اصولی غلطی ہے۔ جو ہمیشہ ہوا کرتی ہے۔ اصولِ مناظرہ دو امر ہونے چاہئیں۔ اونکے طے ہونے پر جملہ فروعات طے ہو جاوینگے یہ اصول مسلمہ تمام عالم ہیں۔ (۱) جملہ مذاہب کی قدر مشترک معلوم کرکے موازنہ کرنا۔ (۲) حقانیت مذہب کا معیار معلوم کرنا کہ وہ کیا ہے

اس کے بعد اور چٹھی آئی۔ جسکا جواب دندان شکن دیا گیا۔ آخر یہ امر قرار داد ہوا۔ کہ پیشتر آریہ سماج اور اہل اسلام یہ مباحثہ ہونا چاہیئے کہ کس کے نوشتہ اصول قابل عمل ہیں۔ چنانچہ ۱۴۔ فروری ۱۹۱۱ء جلسہ عام میں روبرو پبلک موضوع مناظرہ پر پنڈت مراری لال وکیل سماج اور مولانا محمد مبارک حسین صاحب وکیل اہل اسلام میں مباحثہ ہوا جسمیں پنڈت صاحب کو اپنی تحریر کردہ سے رجوع کرنا پڑا۔ اور بہت خفیف ہوگئے۔ مضمون مناظرہ یہ طے ہوا کہ مذہب حق کی تعریف اور اس کے معیار پر بحث ہوگی۔ دستخط فریقین ہوکر جلسہ برخواست ہوا۔ شرائطِ مناظرہ طے ہونے باقی تھے۔ اس درمیان میں حضرات حکیم نور کمیری کے مولانا کی خدمت میں شرکت جلسہ کی درخواست آئی اور مولانا نے عذر کیا لیکن ان حضرات کے کمال اصرار پر ۲۰۔ فروری کو مولانا تشریف لے گئے۔ ۲۷۔ فروری

میدان ... کو بلایا ... اور ... شائع کردیا
کہ اونکا لیکچر ہوگا۔ اہل اسلام میں سے جو کوئی مقابل آئے تو اجازت ہی مسلمانان
کو بڑی پریشانی ہوئی۔ ۲۸۔ کی شام کو شب میں مولانا محمد مبارک حسین پہونچ گئے۔
اور کل واقعات سننے کے بعد ایک نوٹس آریہ سے جواب میں اہل اسلام کی طرف سے
شائع کردایا جسکی سرخی یہ تھی "شیر اسلام آگئے" اور ایک نوٹس ۷۔ بجے ۲۹
فروری کو پنڈت جی کے پاس بھیجدیا۔ پنڈت جی نے بجائے مناظرہ کرنے
کے بلندہ باندھکر روانہ ہوجانا پسند کیا۔ اور ½ ۱ بجے کی گاڑی سے جان
بچاکر چلدیئے۔ مولانا نے آریہ سماج خورجہ کو بہت شرم دلاتے ہوئے توجہ دلائی
کہ آپ لوگ اونکو بلائیں۔ ورنہ بڑی بے حیائی کی بات ہے۔ کہ پیچھے سب کچھ
اور سامنے فرار۔ سماج خورجہ نے اس غیرت میں آکر شانتی سروپ کو پھر
پکڑ بلایا۔ پنڈت جی نے مولانا سے مدرسہ میں آکر فرمایا کہ معمولی مناظرہ کا کچھ
فائدہ نہیں۔ جو ہوا سو ہوا خیال چھوڑ دیجئے۔ شرائط اور تاریخ مناظرہ
طے کر لیجئے۔ چنانچہ ۴ مارچ کو جلسہ شرائط ہوکر تاریخ مناظرہ قرارداد ہوئے۔
اسکے بعد ۱۰ مارچ کو ایک جلسہ ہوا جسمیں کچھ اور امور طے ہوئے۔ اور دستخط
فریقین ہوگئے۔ تاریخ مناظرہ ۱۹۔ لغایۃ ۲۱ مارچ طے ہوئی۔ اس درمیان
میں قصبہ سارا ضلع میرٹھ کے مسلمانان کی درخواست آئی مولانا کی طلبی کی۔
اگرچہ مولانا کو اپنی علالت کا عذر تھا مگر چونکہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن
صاحب نے بھی تحریر فرمایا تھا۔ کہ اسمیں ضرور شرکت ہونی چاہیئے۔ مولانا ۱۵۔
مارچ کو تشریف لیگئے۔ ۱۷ مارچ کو وہاں کا مناظرہ کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔
جسکی کیفیت مختصر صورت میں ہدیہ ناظرین مسلمانان سارا نے کردی ہے۔

۱۸ مارچ کو مولانا محمد مبارک حسین صاحب ۱۰ بجے تشریف لے آئے۔ اور
دیگر علمائے کرام کی تشریف آوری شام ۶ بجے کی گاڑی سے ہوئی۔ چنانچہ

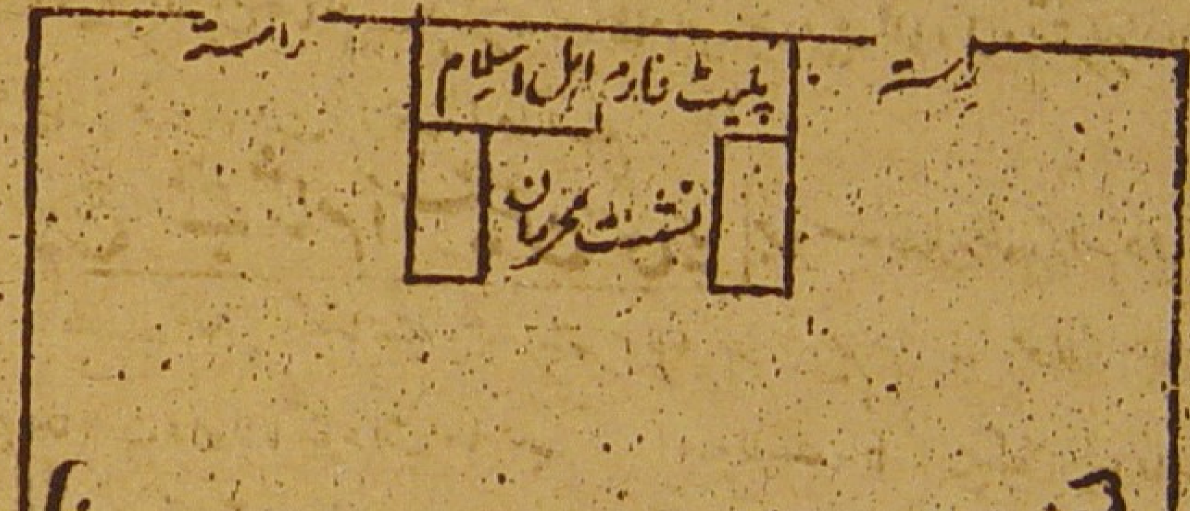
چنانچہ مندرجہ فہرست علماء کرام مختلف ٹائم پہ تشریف لائے جناب مولانا محمد سید انور شاہ صاحب صدر مدرس مدرسہ دیوبند جناب مولانا صدر المناظرین سید مرتضیٰ حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ امدادیہ مرادآباد جناب راس المناظرین مولانا ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب امرتسری۔ جناب مولانا رئیس الواعظین محمد ابراہیم صاحب دہلوی۔ جناب مولانا محمد صدیق صاحب واعظ سنبھلی۔ جناب مولانا سید حسن واعظ چاندپوری۔ جناب مولوی منتظم علی صاحب معین المدرسین مدرسہ امدادیہ۔ جناب مولوی محمد ادریس صاحب مدرس مدرسہ دیوبند۔ جناب مولوی کریم بخش صاحب صدر مدرس مدرسہ گلاؤٹھی جناب مولانا محمد محی الدین صاحب مہتمم مدرسہ گلاؤٹھی۔ نیز دیگر علماء کرام تشریف لائے ہوئے تھے بخوف طوالت ذکر چھوڑا جاتا ہے۔

۱۸ مارچ ۶ بجے شام اسٹیشن سٹی پر | جو استقبال علماء کرام کا کیا گیا۔ وہ ملاحظہ سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب و مولانا ثناء اللہ صاحب تشریف لائے۔ گاڑی کے پلیٹ فارم پر ان پر پھولوں کے بکھیر شروع ہوئے۔ اور لا الہ الا اللہ اکبر آوازہ بلند ہوئے حضرات علمائے کرام کے ہار ڈالے گئے۔ یہ موقع دیدہ زیب اور منظر دلفریب خورجہ کو تاریخی حیثیت سے ایک پہلا موقع تھا۔ نماز مغرب میدان اسٹیشن پر گذاری۔ بعد میں علماء کرام کی گاڑیاں مسلمانان نے اپنے ہاتھوں سے عمارت مدرسہ قاسم العلوم تک کھینچیں۔ راستہ میں پھولوں کی بکھیر اور کلمہ طیبہ کے نعرہ بلند کرتے ہوئے مدرسہ تک پہونچے۔ اسکا اثر یہ ہوا کہ مخالفین اسلام کے حوصلے پست ہوئے اور کمر ہمت ٹوٹ گئی حضرات علمائے کرام کے لئے خصوصاً اور عام مہمانوں کے لئے عموماً طعام ورہائش کا باضابطہ انتظام کیا گیا تھا۔ ہر چہار طرف سے مہمان آئے ہوئے تھے۔ جو کمیٹی انتظامیہ کی حسن انتظامی کی داد دیگر گئے۔

۔۔۔اس خوشگوار منظر سے مخالفین اسلام عش عش کر رہے تھے۔ اور مسلمانان قبول

پنڈال

اہل اسلام اور آریہ سماج کی شرکت سے تیار کرایا گیا تھا۔ نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے جملہ راحتوں کا لحاظ کر کے تیار کرایا گیا تھا۔ فریقین کے واسطے پلیٹ فارم تیار تھے۔ میز کرسیاں نصب تھیں شامیانوں سے مسقف تھا۔ نصف حصہ میں اہل اسلام اور نصف میں سماجی بیٹھے تھے پانی وغیرہ کا انتظام فریقین کا کر دیا تھا مجسٹریٹ کی اجازت سے پولیس کا انتظام تھا۔ یہ پنڈال جبیں لالہ شیورام صاحب چیئرمین ڈانریری مجسٹریٹ خورجہ میں واقع تھا۔



اس کے بعد ہم اول ان حضرات کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں۔ اور شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہمارے اس کام میں اعانت فرمائی۔

محسنین اراکین مدرسہ قاسم العلوم

مولانا محمد مبارک حسین صاحب صدر مدرس و بانی جلسہ مناظرہ۔ مولوی نور احمد صاحب مدرس دوم۔ قاری سراج احمد صاحب مدرس مدرسہ۔ چودہری احمد حسن صاحب مربی مدرسہ۔ عبد الرحیم صاحب ممبر مدرسہ۔ حاجی خدا بخش ممبر مدرسہ۔ عبد الغنی ممبر مدرسہ۔

محمڈن سوسائٹی

حافظ محمد شفیع صاحب سوداگر مہتمم مدرسہ۔ ونیز طلبہ مدرسہ منشی علی حسن صاحب سب اوورسیر سکرٹری سوسائٹی۔ عبد الحمید صاحب سید احمد صاحب سید حسن صاحب فضل اللہ صاحب مشتاق احمد صاحب۔ سید احمد صاحب۔ محمد عثمان صاحب علی حسن صاحب۔ فیاض حسین صاحب۔ محمد صدیق۔ عبد السبحان۔ عبد العلیم خاں۔ منشی خیرات اللہ صاحب۔ منشی عبد اللہ صاحب۔ اس جماعت نے اپنا نام عنوان بالا سے موسوم کیا تھا۔ اکرام اللہ خاں۔ سید حسن۔ منشی قادر داد خان صاحب رئیس یوسف خانصاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ منشی محمد حیات اللہ خانصاحب رئیس مرزا نواب بیگ صاحب۔ محمد حسین خانصاحب۔ بابو محمد اسحاق صاحب۔ عبد المجید صاحب سوداگر محمد اسحاق خانصاحب۔ داد خان صاحب۔ نیز دیگر عمائد شہر شریک تھے۔ شیخ جانگیر کی معرفت ہاپڑ سے معقول امداد ہوئی۔ گلوٹھے کے مسلمانوں نے اچھی امداد کی۔ دیہات خورجہ نے امداد دی۔ محلہ کلاں کے چند لڑکوں نے بڑی جانبازی سے کام انجام دیا۔ یہ سب اصحاب شکریہ کے مستحق ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

معذرت

بعض علمائے کرام بوجہ عذر نہ تشریف لا سکے۔ مثلاً

مدرس مدرسہ [illegible]

علالت جلسہ سے پیشتر حضرت موصوف کی معذرت کی خبریں موصول ہوگئی تھیں

خادمان: محمد اسحق خاں۔ محمد ابراہیم خاں۔ خلیل احمد۔ مرزا شاہرخ بیگ

مہتمم مدرسہ قاسم العلوم خورجہ۔

۱۹ مارچ کو ٹھیک وقت مناظرہ پر فریقین میدان مناظرہ میں پہونچے۔ اور مقابل ہو کر اہل اسلام کے صدر جلسہ مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب اور مناظر مولانا ثناء اللہ صاحب مقرر ہوئے۔ اور سماج کی جانب سے پنڈت مراری لال صدر اور مہاشہ شانتی سروپ مناظر قرار دیئے گئے۔ بجائے گفتگو شروع ہونے کے پنڈت مراری لال جی نے ترمیم شرائط مناظرہ کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ اور حسب عادت تضیع اوقات میں مصروف ہوئے مولانا صاحب نے صاف لفظوں میں فرمایا۔ کہ ان شرائط پر آپکو مناظرہ کرنا ہے یا نہیں صاف جواب دو۔ اسی جھگڑے میں وقت تمام ہوا۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کا ترمیم چاہنا آپکی کھلی کمزوری ہے۔ لیکن ہم کو لکھدیجئے۔ کہ ہم استدعا کرتے ہیں۔ تب ہم ترمیم احساناً کر دینگے۔ استدعا لکھنے سے پنڈت جی نے انکار کیا۔ اخیر ۱۹ مارچ شام کو دس بجے آریہ سماج کی طرف سے استدعا لکھی گئی۔ (جو ان کے واسطے سخت ندامت کا باعث ہوئی) جو پنڈت شیو دیال کے قلم اور کشن لال منتری آریہ سماج کے دستخط مہر سے وصول ہوئے۔ اسپر انکی استدعا منظور کی۔ اور مناظرہ ۲۰ مارچ سے شروع ہوا۔ لیکن یہ کمزوری آریہ سماج کو تا زندگی یاد رہیگی۔ اور اہل اسلام کا احسان فراموش نہ کرینگے۔ یہ طے ہو گیا تھا کہ فریقین تقریر فرمائینگے۔ وہ تقریریں قلمبند ہو جاوینگی۔ تبادلہ تحریر بہ ثبت دستخط ہوگا۔ چنانچہ ہوا۔ یہ بھی طے شدہ تھا کہ جج بطور حکم مقرر ہوئے تھے۔ انکا فیصلہ قطعی ہوگا چنانچہ

پرچہ نمبر اول

ازجانب مولینا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری وکیل اہل اسلام

صاحبان! مذہب حق کی تعریف سے آج بحث شروع ہوتی ہے۔ مذہب کی ضرورت جاننے سے مذہب کی تعریف ثابت ہو سکتی ہے۔ مذہب کی ضرورت انسان کو کیوں ہے؟ مذہب کی ضرورت انسان کو اس لئے ہے کہ قدرتی طور پر انسان کو جو جو ضرورتیں پیش آتی ہیں ان میں مذہب اسکی رہنمائی کرے۔ انسان کے تعلقات دنیا میں مختلف ہیں۔ سب سے پہلا تعلق اسکا اس کے مالک کے ساتھ ہے جس کو خدا یا پرماتما کہیں۔ دوسری قسم تعلقات کی انسانوں میں ہے۔ جو بحیثیت مختلف ہیں۔ ایک تعلق اسکا ماں باپ سے ہے۔ تو دوسرا تعلق اولاد سے ہے۔ ایک تعلق حاکم سے ہے تو دوسرا محکوم سے ہے۔ کبھی یہ آدمی دنیا میں حاکم کی شکل میں آتا ہے کبھی رعیت کی صورت میں قدرتی تعلقات اس کے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں بلکہ بلوغ کے زمانہ کے بعد ایک مصنوعی تعلق بھی ہوتا ہے جسکو تعلق زوجیت یا زن و شوہر کا تعلق کہتے ہیں۔ مرد کو عورت کی عورت کو مرد کی ضرورت قدرتی ہے۔ گو یہ تعلق انسان کا اختیاری فعل ہے۔ تاہم انسان اس تعلق میں بھی محتاج ہے۔ کہ مجھکو بتایا جاوے کہ میں کس عورت سے یا مرد سے تعلق پیدا کروں۔ دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہے۔ کہ نکاح کے بارہ میں وہ محتاج ہے کہ مذہب اسکی رہنمائی کرے اور یہ بتلائے کہ فلاں قسم کی عورتوں اور فلاں مردوں سے نکاح جائز ہے اور فلاں سے جائز نہیں۔ اس کے بعد ایک اور ضرورت ہے جو موت کے بعد کا زمانہ ہے۔ میت کی جائداد کی تقسیم کا وقت ہے۔ ضرورت ہے کہ مذہب بتلائے کہ فلاں فلاں مرد و عورت

میں مذہب حق کی تعریف یہ ہے ۔ جسکی کتاب الہام کا دعوی کرکے خداکیطرف
سے جس ملہم پر آوے اوسکا نام بتائے ۔ ملہم خداکے بتانے سے دنیا کو وہ احکام ضرورتوں
کیواسطے جاری کرے اور بندوں کو سکھلائے ۔ قرآن شریف اسلام کی کتاب ہے
اوسمیں ان سب ضرورتوں کے متعلق اصول احکام ملتے ہیں ۔ خدا کی عبادت کا
حکم ہے ۔ ماں باپ کی تابعداری کا حکم بچوں کی پرورش کا حکم ہے ۔ رشتہ میں
جن عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے ۔ اوسکی فہرست ہے ۔ اور جن سے تعلق
نکاح خداکو منظور نہیں اوسکی فہرست ہے مرنے کے بعد تقسیم وراثت کے قاعدے
ہیں ۔ ہر دعوی و دلیل کے لئے بہت طوالت چاہتا ہے ۔ جو صاحب اصلی الفاظ
میں اونکو دیکھنا چاہیں وہ ہماری کتاب مباحثہ الہامی کتاب اور القرآن العظیم مطالعہ کریں
اس کے علاوہ مذہب حق کی کتاب میں اسکا بھیجنے والا لانے والے کو بصیغہ امر

حکم کرے کہ تو لوگوں کو یہ پہونچادے ۔ جیسے قرآن میں صیغے
امر کے موجود ہیں جیسے قل ھو اللہ احد ۔ اس کے مقابلہ
میں ہماری ملکی مذہبی کتاب وید ہے ۔ اسمیں ضروریات
انسانی کی بابت کوئی حکم نہیں ۔ یہ بھی نہیں کہ
مرد کتنی قسم کی عورتوں سے شادی کرے
یہاں تک کہ قریبی رشتہ ماں بہن
بیٹی کے ساتھ بھی کوئی ہدایت
نہیں معلوم ہوتی ۔
مختصر
یہ ہے
کہ

وہ ہے کہ جو انسان کی جملہ ضروریات زندگی میں انسان کا ہادی ہو
اور پورے طور پر رہنمائی کرے۔ اگر وہ ایسا مذہب اور کتاب
نہیں ہے۔ تو کہا جائیگا کہ ایسے مذہب و کتاب کو قبول
کرنا اور دوسرے کا محتاج ہونا وہی مثال ہے۔ کہ

"تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا"

شکر ہے کہ قرآن ان جملہ مراتب میں اعلیٰ ہے جس پر یہ کہکر
اپنے پہلے بیان کو ختم کرتا ہوں اور ایک فقرہ
لکھتا ہوں۔ کہ قرآن زندوں کی ضروریات کے
علاوہ مُردوں کی ضروریات بھی پوری کرتا
ہے۔ کہ میّت کی جائیداد لڑکے کو لڑکی
سے دُگنا خاوند کو بیوی سے دُگنا۔
اُس کو اتنا اِس کو اتنا ملے۔ مختصر

یہ

کہ قرآن کی بابت یہ

شعر

بالکل ٹھیک

ہے

بس تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا
یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

پرچہ نمبر اول

از مہاشہ شانتی سروپ جی وکیل آریہ سماج

معزز سامعین! بہتر ہوتا کہ میرے مکرم معظم مولوی رہتے۔ نیم کا پاس ہوتا بجائے اس کے کہ وہ کچھ ویدوں کے اندر نقص پیدا کرتے۔ میں مبارک سمجھتا کہ اسوقت کو وہ انہیں ختم کرتے۔ تعریف اور چیز ہوتی ہے اقسام اور ہوتے ہیں۔ بہت سا حصہ آپکا بجائے انکے تعریف ہیں۔ کہیں محکوم کہیں حاکم کا بیان کیا گیا۔ آپ نے آخر میں جاکر یہ فرمایا ہے جسکی کتاب الہام کا دعویٰ کرے۔ جس ملہم پر آوے اوسکا نام بتاوے۔ جو احکام خدا کی طرف سے بتلائے گئے ہیں۔ جاری کرے اور وہ بصیغہ امر ہوں اور تمام ضروریات کو پورا کرے۔ اگر میں اپنی ایک کتاب بنالوں۔ اگر میں امر نہی کے صیغے بھی درج کردوں۔ اور نام بتادوں۔ وہ احکام جاری بھی ہوجائیں۔ وہ کتاب میری آپکو کلام الٰہی ماننا پڑیگا۔ کہ کلام الٰہی کتاب کا دعویٰ کرے نام بھی بتائے۔ میری دانست میں یہ تعریف مابہ الامتیاز جامع اور مانع نہیں ہے۔ کہ ممتاز نہیں کرتی۔ اس لئے آپ نے بتائے اس کے کہ ڈفنس کو قبول کرتے۔ جو تعریف جامع نہیں مانع نہیں وہ نامکمل ہے۔

بصد ادب التماس ہے کہ اور اقسام و فروعات پیچھے جائیں پہلے تعریف بیان کریں۔ کلام انسان بھی کلام رحمان ہوسکتا ہے کیونکہ تعریف مانع نہیں۔ نکاح و میراث کے مسئلہ کو گنا اور باقی کو چھوڑا۔ اتنا کافی تھا کہ جملہ ضروریات کو پورا کرے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف جملہ مراتب میں کامیاب ہے۔ میں

جس شخص کو خدا گمراہ کرتا ہے۔ اوسکو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ خدا بے عیب نہ رہا جبکہ ایک انسان بھی گناہ کرتا ہے شیطان بھی۔ خدا بھی گناہ کرتا ہے انسان بھی۔ ایسی صورت میں خدا کے لئے یہ ہے کہ وہ جمیع عیب سے مبرّا ہو۔ اوسکی یہ شان ہے۔ ایسی حالت میں قرآن کی آیت میں خدا کی طرف بدی کی نسبت ہوئی تو وہ خدا ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہر مراتب میں کامیاب نہیں۔ جبکہ خدا پاک نہیں تو خدا خدا نہیں ٹھیر سکتا۔ اور قرآن شریف کلام الٰہی نہیں۔ رسول محمد علیہ السلام رسول نہیں ٹھیرے اگر آپ مانتے ہیں۔ خدا وہ ہے جو حقیقت میں خدا ہو۔ نبیوں کی پوزیشن ٹھیک نہیں ہے۔ تو انسان کی ضرورت کو کہاں پورا کرتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ ضرورت کہاں پوری ہوئی۔ وہ تو گناہ کراتا ہے۔ قصور کیا ہے۔ تو قصور کی سزا قصور نہیں ہو سکتی۔ اگر مجسٹریٹ چوری کی سزا چوری پر قائم رکھنے کی سزا دے تو مجرم و مجسٹریٹ دونوں مجرم ہیں۔ اگر میں نے چوری کی مجھے سزا دی یا تو چوری جرم نہیں۔ گمراہی پاپ ہے۔ ایک شخص مسلم ہونا چاہتا ہے مسلم ہونے سے باز رکھنا اور کفر پر قائم رکھنا اگرچہ اوسکی سرکشی کی وجہ سے ہو جرم ہے۔ یہ ایک آیت آپکے سامنے رکھی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ بعض کیلئے کرتا بھی ہے تو بعض کے لئے نہیں کرتا اسلئے کہ مرض کو دور کرنے والا حکیم ہے۔ مرض کو بڑھانیوالا حکیم نہیں ہو سکتا۔ البتہ اون کے دلوں میں ادہرم کا مرض ہے۔ اللہ نے اوس مرض کو زیادہ کر دیا۔ گناہ پر قائم رکھا۔ گناہ بڑھایا۔ یہ سزا خدا دیتا ہے۔

پہلا سیپارہ پہلا رکوع الم فی قلوبہم مرض۔ اون کے دلمیں ادھرم کو زیادہ کر دیا ہے۔ ولہم عذاب الیم۔

اون کے دلمیں ادہرم کے روگ کو کیوں بڑھایا۔ میں جھوٹ بولتا ہوں

یا الدہر ہم بڑھا۔ جو باپ کو بڑھاتا ہے وہ رہنمائی نہیں کر سکتا۔ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ مذکور ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ خواہش کرتے ہیں کافر کے مسلم ہونیکی۔ خداوند کریم کہتا ہے تحقیق اون لوگوں نے کفر کیا ہے۔ اون کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائینگے۔

سادہ لفافہ پر کوئی مہر لگادے اور کوئی مانگے کہ یہ مجھکو دیدو۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مفید نہیں ہے۔ اس سے کام نہیں لے سکتا۔ کیونکہ مہر لگ گئی۔ بعینہ ایسے ہی خدانے کافروں کے دل پر مخالفت کی وجہ سے مہر لگادی۔ اونکی شان میں خدا نے یہ کہا کہ چونکہ خدانے اون کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔ وہ ایمان نہیں لائینگے ایک مسلم غیر مسلم کو مسلم ہونے سے باز رکھے یہ جرم ہے۔ پس اگر ایسا کرتا ہے وہ مجرم ہے۔ یہ شیطان کرتا ہے وہ بُرا ہے۔ خدا بھی مسلم ہونے سے باز رکھے تو دو جرم اس پر ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں مسلم ہونے سے باز رکھنا اور کفر پر قائم رکھنا یہ جرم خدا کی طرف منسوب ہوگیا۔ خدا گمراہ کرتا ہے۔ اس لئے خدا خدا نہیں یہ کلام الٰہی حق نہیں۔ رسول رسول نہیں۔ کہ کلام الٰہی کلام الٰہی نہیں۔ رسول کی رسالت اُڑ گئی۔



پرچہ نمبر ۴

از مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری وکیل اہل اسلام

صاحبان! ہمارے سامنے دو چیزیں ہیں جنمیں سے ایک تو مسلمہ ہے۔ دوسری میں گفتگو ہے۔ مسلمہ قانون قدرت ہے جسکو خدا کا فعل کہا جاتا ہے اور کتاب اوس کا لفظ ہے۔ لفظوں کو اگر خدا کے فعل کیساتھ مطابقت ہے تو وہ الفاظ صحیح ہیں۔ اگر وہ الفاظ خدا کے قانون کے برخلاف ہیں تو مخالف ہیں۔ قانونِ قدرت ہے جو آدمی اپنی طاقتوں سے کام نہ لے بلکہ اون کو الٹا استعمال کرے تو وہ طاقتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ یہ میری بانہہ ہے جو بڑا کام دیتی ہے اگر میں چند روز تک کھڑی رکھوں اور جس کام کے لئے خدا نے پیدا کی ہے وہ کام نہ کروں تو جو طاقت قدرت نے دی ہے فنا ہو جائیگی۔ اور بجائے آرام دینے کے مجھکو تکلیف دیگی۔ اور کھڑی کی کھڑی سوکھ جائیگی۔ اسکی مثالیں بہت سے سادھوؤں میں دیکھی ہونگی وہ قوائے فطریہ جو خدا نے انسان کے اندر ہدایت پانے کے لئے پیدا کئے ہیں۔ جب اون سے وہ کام نہیں لیتا۔ وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ یہی معنے ہیں اون آیتوں کے جو مہاشہ جی نے پڑھی ہیں۔ جنکا مطلب یہ ہے۔ کہ جو لوگ خدا کیطرف نہیں جھکتے ہیں۔ اور جو طاقتیں خدا کو پہچاننے کے لئے خدا نے دی ہیں۔ اون سے کام نہیں لیتے۔ تو وہ قوتیں بھی سوکھ جاتی ہیں اسی کا نام ہے۔ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ۔

قرآن پاک خود اس کے معنی بتلاتا ہے کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ خدا ہر ایک سرکش کے دل پر مُہر کرتا ہے۔ اسی کی تائید آریوں کے گرو سوامی

کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ اور گمراہی میں بڑھ گئے - یہی ہے ... اضلہم اللہ ...
غرض یہ ہے کہ قرآن شریف قانون قدرت کا ساتھ دیتا ہے - اور اسکی سچائی
کا ثبوت ہے - ویدوں کا ذکر علمی قاعدہ سے کیا ہے - جسکو ان لفظوں
میں ذکر کیا جاتا ہے - تعرف الاشیاء باضدادھا - یعنی
چیزیں مقابلہ میں پرکھی جاتی ہیں - اقسام کا بیان کرنا بیشک تعریف سے
پیچھے ہوتا ہے مگر مہاشہ جی نے نہیں سمجھا - کہ یہ اقسام تعریف کی نہیں ہیں - بلکہ
یہ اقسام ضرورت ہیں - ان اقسام سے تعریف کو مَیں نے ماخوذ کیا ہے - بڑی
بات آپ نے یہ کہی ہے کہ مَیں ایک کتاب ایسی بنا لوں تو وہ الہامی ہو سکتی
ہے - مَیں نے اپنی تعریف میں ایک لفظ رکھا تھا جسپر آپ نے غور نہیں کیا
مَیں اوسکی شرح قرآن شریف کے الفاظ سے بیان کرتا ہوں - قرآن
کی خوبی ہے کہ وہ ساتیرہ سو برس پہلے آج کے سوال کا جواب دیتا ہے
چنانچہ نبی کو حکم دیتا ہے کہ تو لوگوں کو کہدے - فقد لبثت فیکم عمرا
من قبلہ افلا تعقلون - اے لوگو مَیں تم میں بڑی عمر رہ چکا ہوں - تم نے
میرا معاملہ میرا سچ جھوٹ دیکھا - کیا تم عقل نہیں کرتے - کہ میرے جیسا آدمی
جو بندوں پر جھوٹ نہ بولے - وہ خدا پر جھوٹ بولکر نبی کیسے کہلا سکتا ہے -
اس قاعدہ کے مطابق ہم آزما سکتے ہیں آپ دعوٰی کیجئے - کتاب شائع
کیجئے - ہم قرآن ہی سے جواب دینگے - آپکا دعوٰے غلط ہوگا - علاوہ اس کے
ایسے مدعیوں کو قرآن نے دوسری طرح پکڑا ہے - لوکان من عند غیر اللہ
لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا -
جو کتاب خدا کی طرف سے نہ ہو اور بنائی گئی ہو اوس میں اختلاف کثیر
ہوتا ہے - آپ کتاب شائع کیجئے ہم بھی دیکھ لینگے یاد رکھئے آپکی کتاب کی
مسیلمہ اور اسود عنسی مدعیان نبوت کاذبہ کی کتابوں سے زیادہ عزت

مراتب مختلف ہیں۔ایک پر ایک غالب ہے۔ایک کیسا ہی شریر ہے۔جو نیک صحبت میں پاک ہو سکتا ہے۔لیکن ایک آدمی ایسا ضدی ہے۔اسکو کسی کی صحبت اثر نہیں کرتی جس کے حق میں سوامی دیانند جی کہتے ہیں۔ویسے ضدی کو جواب نہ دیا جاوے۔بلکہ اوس کے سامنے دیوار کیطرح ہو جاؤ۔یہ ضدی جب ضد میں ترقی کرتا ہے۔تو خدا کیطرف سے ٹھکور کیطرح سے ایسے ضدی پر حکم لگایا جاتا ہے۔کہ اس کے لئے ہدایت کا راستہ بند ہے یہی معنے ہیں فلا ھادی له۔ورنہ اگر وہ دل سے ہدایت کیطرف آنا چاہیے جیسا ماسٹر جی کہتے ہیں تو قرآن مجید اوس کے لئے راستہ کھولتا ہے یَھدِی اِلَیہِ مَن یُنِیبُ جو کوئی خدا کیطرف جھکے۔خدا اوسکو ہدایت کرتا ہے۔مختصر یہ ہے کہ قرآن انسان کی جملہ ضروریات کو خوبی سے بیان کرتا ہے۔جس پر میں صرف یہ شعر پڑھتا ہوں۔

کیا جانے تجھ میں کیا ہے کہ لوٹے ہے تجھ پہ جی + یوں اور کیا جہان میں کوئی حسین نہیں

پرچہ نمبر (۲)

از مہاشہ شانتی سروپ جی منجانب آریہ سماج

آپ نے فرمایا ہے۔کہ جسمیں اختلاف ہو وہ کلام الٰہی نہیں۔شرک کو بدی میں داخل کیا گیا۔لیکن پھر اوسی شرک کو نیکی میں داخل کیا جاتا ہے۔چنانچہ شرک کرنیوالے فرشتے فرمانبردار شمار کئے جاتے ہیں۔اور شرک سے نفرت کرنیوالا نافرمان ہو رہا ہے۔نتیجہ اس میں نکلا ہے کہ اختلاف ہے۔خدا صادق نہیں۔عادل نہیں کیونکہ نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی کہا گیا۔نیکو کار کو بدکار شمار کر کے مردود کیا گیا۔اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغفِرُ اَن یُشرَکَ بِہٖ

نیکی کہا گیا۔ لہذا قرآن شریف کلام الہٰی نہیں۔ یہ اختلاف پایا گیا۔

ہاتھ کی مثال بالکل غلط ایمان لانے کی طاقت اعتقادی ہے۔ خواہ بطلان پر ہو خواہ امرحق پر ہو۔ وہ چیز بنفسہ موجود رہتی ہے۔ اسلئے یہ مثال غلط

ہائیکورٹ کی مثال غلط۔ چوری کی سزا چوری پر قایم رکھنا کسی ہائیکورٹ نے نہیں دی۔

بدہوں کی مثال دی وہ گمراہی میں بڑھ گئے۔ خدا نے نہیں بڑھایا۔ قرآن شریف میں خدا گمراہی میں بڑھاتا ہے۔ خدا گمراہ کرتا ہے۔ یُضِلُّ فعل ہے۔ اللہ اوس کا صاف فاعل ہے۔ فعل بد کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔

جتنی مثالیں آپ نے پرائیویٹ دی ہیں اس سے کچھ تحقیق نہیں رکھی مولوی صاحب کا فرض تھا۔ قرآن شریف کی آیت پڑھتے اور ترجمہ کرتے۔ یہاں تو صاف کریا ہے یضلل اور کرتا اللہ ہے شانتی سروپ نے مارا۔ اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ مقتول خود مرگیا۔ خدا نے گمراہ کیا۔ اسکا مطلب کہاں ہے۔ کہ خود گمراہ ہوگیا۔ وہاں تو خدا صاف فاعل ہے کہ خدا گمراہ کرتا ہے خدا صاف فاعل ہے۔ خودبخود کا لفظ آپکا بڑھایا ہوا ہے۔ یضل اللہ میں اللہ کے لفظ کو اڑا کر خودبخود کا لفظ رکھئے۔ کیونکہ فاعل خدا ہے نہ کہ انسان خود۔

آپ نے فرمایا کہ آجتک کے سوالات قرآن نے حل کر دیئے۔ مَیں سوال کرتا ہوں کہ دنیا کب سے؟ اور کیسے؟ نبی اور قیامت کب ہوگی۔ اور روح کیا چیز ہے؟ یہ سوالات ہیں جنکا جواب دینے میں قرآن شریف دم بخود ہے یعنی خاموش ہے۔ دوسری پوزیشن کلام الہٰی کے ہونیکی یہ ہے۔ کہ رسول بے گناہ ہو۔ لیکن خدا کیطرف جیسے بدی کی نسبت ہوتی ہے۔ ویسے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اے نبی کس لئے حرام کیا تو نے ۔ اوس چیز کو کہ حلال کیا اللہ نے واسطی تیرے ۔ ڈھونڈھتا ہے تو مرضی اور خواہش اپنی عورتوں کی اللہ غفور اور رحیم ہے ۔ غفور کا لفظ وہاں آتا ہے ۔ جہاں پہلے کسی گناہگار سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے ۔ خدا کے حلال کئے ہوئے کو اگر مسلمان مثلاً گیہوں یا جتنی چیزیں جائز ہیں ۔ کوئی مسلمان اونکو حرام قرار کر دے ۔ یہ کفر ہے ۔ بس ۔ اس آیت سے ثابت ہوا ۔ کہ خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنی عورتوں کی وجہ سے اپنی عورتوں کی مرضی اور خواہشات کی وجہ سے محمد علیہ السلام نے خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کیا ۔ اس کی نسبت دو قصے ہیں ۔ کہ ماریا قبطیہ لونڈی کی نسبت ہے کہ ایک دن آپ کی زوجہ کی باری تھی اوسکی بجائے ماریا قبطیہ لونڈی سے آپ نے صحبت کی ۔ پس چونکہ اس بیوی کا حق چھینا یہ ظلم خدا کے نبی نے اپنی بیوی کی باری کے دن لونڈی سے فعل کیا ۔ یہ بے انصافی کی ۔ بے انصافی ایک جرم اور بیوی کے خفا ہونے پر خدا کی جانب سے جو لونڈی حلال تھی ۔ اسکو حرام کر لینا یہ دوسرا جرم ۔

دوسری جگہ مذکور ہے ۔ سورہ ضحیٰ کے اندر مذکور ہے ۔ تجھکو پایا گمراہ پس ہدایت کی ۔ خداوند کریم جبکہ فرماتے ہیں ۔ تو گمراہ تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ گمراہ تھے ۔ آپکو راہ راست پر لایا ۔

دوسری آیت ہے ۔

پس اوس شخص کو

اسلامی پریذیڈنٹ صاحب کی فرمائیش پر ماریا قبطیہ کا قصہ سنایا گیا

(شانتی سروپ)

تقاریر مباحثہ روز دوم تاریخ ۲۱ مارچ [illegible] چہارشنبہ وقت

پرچہ نمبر (۱) از مہاشہ رام چندر جی وکیل آریہ سماج

معزز حاضرین! اسمیں کوئی شک نہیں کہ انسانی خواص اور پرکرتی اس بات کو ظاہر کرتی ہے۔ کہ یہ کسی ایسی بات کا محتاج ہے۔ جو تمام علوم کا واقف ہو۔ اس عالم کو ہم خدا کہتے ہیں۔ اب مذہب حق جس کو کہا جاتا ہے۔ وہ یہی ہے جسمیں ایسے احکامات درج ہوں۔ جس سے تمام ضروریات پوری ہو سکیں۔ لیکن یہ بھی ساتھ ہی معلوم رہنا چاہیئے۔ کہ اوسکا رہنا اوسی وقت سے ضروری ہے جب سے انسان دنیا میں پیدا ہوا ہو۔ اگر کچھ زمانہ تک خالی رکھا اور پھر اسطرح کی بات کا اظہار ہو اسکا ہونا کبھی بھی خدا کی طرف سے ماننے کے قابل نہیں۔ جب اسکا خدا کی طرف سے اظہار ہوگا۔ تو کسی زبان کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے۔ جسکو کہ ان پوتر آتماؤں نے جس پر وہ پہلے ظاہر ہوا ہے۔ بچوں کی طرح سے جو اپنے ماں باپ سے زبان کو سیکھتے ہیں۔ سیکھ لیا ہو۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ اگر وہ زبان خدا کیطرف سے نہ ہوگی۔ اور خدا کسی انسانی زبان کا محتاج ہوگا۔ تو ایک زبردست نقص ذات خدا میں عائد ہوگا۔ کیونکہ سوال ہوسکتا ہے۔ کہ پہلے زبان ہی یا پہلے الہام۔ اگر پہلے زبان ہے تو بغیر معنے الہام کے کیونکر معلوم ہوئی۔ اگر پہلے الہام ہے تو زبان ساتھ ساتھ ہونی چاہیئے۔ سب سے بڑے اعتراضات جو ان کے متعلق حصہ میں کئے گئے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ جس کتاب میں داے بھاگ یعنی ترکہ کا ذکر نہیں۔ وہ خدا کی قدرت کی طرف سے نہیں۔ جس میں رشتہ داروں کے متعلق کہ کن رشتوں میں شادی کرنی چاہیئے۔ کن میں نہیں یہ بیان لکھیں کہ وہ الہامی کتاب نہیں۔ تیسری بات یہ کہ اوس میں ملہم کا نام ہونا ضروری

ابتدائی دنیا میں ظاہر ہُوا ہو۔ بتلانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ تواریخ کا کام ہے نہ کہ الہام کا۔

رگ وید منڈل ۱۰۔ سوکت ۵۰ منتر ۲ – ۴۔ اس بہن بیٹی کے متعلق لکھا ہے کہ شادی نہیں کرنی چاہیئے اسمیں ایک مثل ہے جس سے وہ بات اور بھی صاف ہوگئی ہے جو صاحب دیکھنا چاہیں دیکھ لیں۔

رگ وید۔ اشٹک ۳۔ ادھیائے ۲۔ ورگ ۵۔ اتھروید کانڈ ا سوکت ۱۷ منتر ا

اسمیں دائے بھاگ کے متعلق بتایا گیاہے۔ کہ بیٹے کو دینا چاہیئے۔ بیٹے کے نہونے پہ بیٹی کو دینا چاہیئے۔ نرکت میں دیا کھیا کی گئی ہے۔ کیونکہ لڑکی کے پتر کو نانا گود لے سکتاہے۔ دوہتا۔ دورے ہتا – درہتا۔ دوگ دھیر وا۔ اسی سے نرکت میں بتایا گیاہے۔ کہ لڑکی کی شادی دور ہی ہونی چاہیئے۔ اپنے کنبے سے بھی دور ہو۔ اپنے گوتر میں نہ ہونی چاہیئے۔ ہر طرح کی دوری ہو۔ نرکت میں مفصل دیکھو۔ پوتر آتما کے سمبدھ میں سوامی جی مہاراج نے ستیارتھ پرکاش میں لکھاہے۔ کہ ان کے دلوں میں اس مذہب حق کا اظہار ہوا جسکو ہم ویدک دہرم کہتے ہیں۔ اور وہ پوتر آتما نش کپٹ چھل سے رہت خود غرضی سے پاک کام کروده لوبھ موہ سے بری کام کرودھ لوبھ موہ وغیرہ تمام نقصوں سے بری سب کا بھلا چاہنے والے

کام – ناجائز خواہشات

کرودھ – بے ہودہ غصہ۔

لوبھ – لالچ۔

موہ – بےجا محبت

[illegible] کے متعلق آپکو معلوم ہوگا

سنبھوگ (مہا شرت) یا ترانے سے میں اپنی قطعی عورتیں ہوں کسی کو کسی ج پر

بجائے اس کے کہ پرماتما میں خیال لگایا جائے۔ ان سب سے سنبھوگ کیا جائے۔ ایسے نقصوں سے رشی منی قطعی مبرا تھے۔ تپسوی تھے۔ برہمچاری تھے۔ صادق تھے انہوں نے اپنی عمر میں ویدوں کا پرچار کیا۔ جو مذہب حق ہو وہ زمانی اور مکانی قید سے مبرا ہونا چاہیئے۔ کوئی اوسمیں ایسی تعلیم نہو جو ایک خاص قوم کے لئے خاص طور پر حکم دیتا ہو۔ اور دوسرے کو اور طور پر۔

پرچہ نمبر (۱)

از مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری وکیل اسلام

صاحبان! مہاشہ جی کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مذہب حق کی کتاب شروع دنیا سے ہونی چاہیئے۔ نیز اسمیں جملہ احکام ضروریہ جنکی انسان کو ضرورت ہو درج ہوں باقی تعریف میں آپکا یہ کہنا کہ وہ زمان اور زمانیات سے مبرا ہو وغیرہ منفیات کا ذکر کرنا اہل منطق کی توجہ چاہتا ہے۔ کبھی کسی ودوان عالم نے کسی مفہوم وجودی کی تعریف مفہوم عدمی سے نہیں کی۔ یہ آج آریہ سماج میں سنا ہے دیکھئے۔ اس تعریف کے مطابق آپکے ویدوں کا حال سناتا ہوں۔ وید شروع دنیا سے نہیں ہیں۔ اس لئے آپکی تعریف کے مطابق خدا کا کلام نہیں ہوسکتا۔ بہت سے منتر اس مضمون کے ملتے ہیں۔ کہ وید ایسے وقت میں بنا ہے۔ جبکہ دنیا میں آبادی اسقدر ہوچکی تھی۔ راجہ پرجہ آباد تھے۔ کہ ایک راجہ دوسرے پر چڑھائی کرتا تھا۔ اپنی فوج کے افسروں کو یہ حکم لکھتا تھا۔ یاد رکھنا کہ تم نے

زمین کو فتح کیا ہے۔ تم روئیں تن فولاد بازو ہو۔ اتھروید منتر ریہ بھومکا صت ۱۴۳ ۔
مذہبی پیشوا اوپدیش وعظ کرتے ہوئے حاضرین کو پہلے بزرگوں کی مثال دیا کرتے
تھے۔ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ تمہارے بزرگ بھی بڑے علم وفضل والے گذر چکے ہیں
اونکی چال چلو۔ احکام کی ضرورت مہاشہ جی نے تسلیم کرلی ہے۔ مگر رگوید کا حوالہ
شادی کے متعلق جو دیا ہے اوسکا نہ منتر پڑھا ہے۔ نہ ترجمہ سنایا۔ اسیطرح ترکہ کے متعلق
بھی منتر کے اصلی الفاظ پڑھیں پڑھکر ٹھیک ترجمہ کریں۔ اب میں پوچھتا ہوں
کہ مذہب حق کی کتاب میں غیر خدا کی پوجا کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ ویدوں کے منتر
دو ایک سناتا ہوں۔ سام وید میں لکھا ہے۔ میں اپنی اس اطاعت اور عاجزی سے
بلاتا ہوں۔ تمہارے لئے اگنی کو بلاتا ہوں۔ اے اگنی تو لکڑیوں میں رہتا ہے۔ لکڑیاں
تیری ماں ہیں۔ اے اگنی میں تیرا سچا بندہ بہت سی نذروں کے ساتھ میں
اگنی کی جو ایندھن سے شعلہ زن روشن پاک مستقد چڑھاوے کے روبرو
جلوہ افروز ہے اپنے گیت میں مدح سرائی کرتا ہوں۔ اگنی اور اندر کی
پوجا سے بھرے ہوئے سام وید میں باب کے باب موجود ہیں۔

اب میں منطقی طور پر سمجھانا چاہتا ہوں۔ انکی تعریف کے مطابق ویدوں کا نزول
محال۔ الہام پہلے ہے یا زبان یہ بڑی مشکل آپکو پیش آئی ہے۔ آپ کے خیال
میں الہام پہلے ہے زبان پیچھے۔ جس رشی کو بغیر سمجھے زبان کے الہام ہوگا۔ تو وہ
الہام اس مثل کے مطابق ہے یا نہیں۔

زبان شوخ من ترکی و من ترکی نمیدانم۔ رشی کو الہام ہوتا ہے مگر وہ اوس زبان
کو نہیں جانتا۔ کون سکھائیگا کون بتائے۔ کوئی اوستاد نہیں ہے۔ جو خدا اوسکے
دل میں اوس کے معانی ڈالیگا وہ پہلے زبان ہی کیوں نہ سکھا دیوے۔ دوسری
طرح سے یہ ہے کہ آریہ سماج کے اصول کے مطابق ویدوں کا ملنا پچھلے عمل
کا بدلہ ہے۔ لیکن جس صورت میں دنیا اپنی ترکیب کی وجہ سے حادث ہے۔

کیسے ملے تھے۔ یہ ایک باریک مسئلہ ہے۔ جس کے سمجھنے کے لئے میرا رسالہ حدوث دنیا
ملاحظہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ ملہموں کا حال درج ہونا تاریخی حال ہے مگر حوالہ دیتے
ہوئے سوامی دیانند جی کا کلام نقل کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے۔ جس حالت میں وید
کے لانے والوں کا نام نہیں ہے۔ تو آریہ کے پاس کیا ثبوت ہے۔ سماج کو کیا حق
ہے جو ہندؤں کا خلاف کرتے ہیں۔ جن رشیوں کو ہندو سوسائٹی باوجود کروڑ
کی تعداد ہونے کے ویدوں کا ملہم مانتی ہے۔ برہماجی کو آریہ کیوں نہیں مانتے
یہی وجہ ہے کہ دونوں قوموں کا جو ویدوں کے حامی ہیں۔ رشیوں کے حق میں
اختلاف پیدا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھکر اختلاف اہل علم کی توجہ کے قابل یہ
ہے کہ ہندؤں کے بعد آریہ سماج ویدوں کے نصف حصہ کو الہامی مانتی
ہے۔ اور ہندو آریوں کی نسبت آدھے سے زیادہ مانتے ہیں۔ ویدوں میں
رشیوں کا نام نہیں ہے۔ کلام محدود نہیں ہے۔ تو یہ جھگڑا ہونا ضروری ہے
آپکا فرض ہے کہ جس سوال کیطرف میں نے اشارہ کیا ہے۔ اوسکا جواب کھلے
لفظوں میں دیں۔ باقی آئندہ

(۲۱-مارچ سنہ ۱۹۱۸ء)

پرچہ نمبر (۳)

منجانب آریہ سماج از پنڈت رامچندر جی دہلوی

صاحبان! مولوی صاحب نے جو یہ فرمایا کہ کسی عالم نے بھی مفہوم وجودی کی
تعریف مفہوم عدمی سے نہیں کی ہے۔ یہ اونکی ناواقفیت کو ظاہر کرتا ہے۔
کیونکہ آریہ سماج کے سوامی دیانند سرستی جی مہاراج نے الہام برہان کو

دلیل یہ دیتے ہیں کہ وید اس وقت نازل ہوا۔ جبکہ دنیا کے اندر ایک راجہ دوسرے راجہ پر چڑھائی کرتا تھا۔ اسکو آپ نے غلط سمجھا۔ وید نے کسی خاص راجہ کا کسی خاص راجہ پر چڑھائی کرنا بیان نہیں کیا۔ بلکہ وہ اصول بیان کئے ہیں۔ جنکی بنا پر سپہ سالار ہر مقام پر ہمیشہ اپنی فوج کو دلیر اور مضبوط بنانے کے لئے اپدیش دے سکتا ہے۔ جنہوں نے پہلی جنگوں میں فتح کی ہو۔ اون کو دیکھکر کہ جیسے ہم سے پہلے میدانوں میں فتح پائی۔ اسی طور پر اب بھی جاکر فتح پاؤ۔ اور جنہوں نے سب سے پہلے اپنے کو فوج میں داخل کیا ہو اون کو اون کے بزرگوں کے حال سنا کر ہمت دلانا۔ ویدوں میں بیان کیا گیا ہے۔ نہ کہ کسی خاص راجہ کا ذکر ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ قرآن میں ایک جگہ ایسا لکھا ہے۔ کہ اے لوگو تم اوس خدا کی عبادت کرو۔ جس نے تم کو اور اون لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوئے ہیں پیدا کیا ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب قرآن نازل ہوا تھا۔ اوس وقت کے لوگ اور اوس سے پہلے ہی کے مراد تھے۔ اور اس کے بعد کے نہیں۔ اگر بعد کے بھی شمار جاتے ہیں۔ تو اوس اصول کے مطابق وید مقدس میں یہ اصول ہو سکتا ہے یہ وہ آیت ہے۔ اُعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ رشتہ کے متعلق اور رائے بھاگ کے بارہ میں نہ منتر پڑھا نہ ترجمہ۔ کل آپ نے اسطرح نہ آیت پڑھی نہ ترجمہ کیا۔ صرف اشارے بتا دیے۔ ہم نے بھی اسی طرح کتابوں کا حوالہ دیکر کہدیا ہے کہ وہاں دیکھ لیں اگنی کے متعلق جو منتر پیش کیا ہے۔ اسمیں صرف اس بات کا اظہار ہے کہ لکڑیاں جس سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ وہ اگنی کی ماں ہے پوجا کا کوئی ذکر نہیں ہے ہرح سرائی لکھا ہے۔ یہ لفظ ایسا ہے جو ہر چیز کے متعلق استعمال ہو سکتا ہے ہمارے ہاں پوجا کا لفظ اپاسنا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اندر اور منتر کی پوجا ویدوں میں کبھی نہیں ہے۔ ورنہ دکھائیے۔ مجھے الزام دیتے ہیں

حاصل کی ہے۔ جیسے بچہ ماں باپ سے زبان اور معنی ساتھ ساتھ سیکھتا ہے۔ اسی طرح پر خدا سے زبان اور معنی ساتھ ساتھ حاصل کئے۔ آپ کہتے ہیں کہ بلا زبان الہام کیسے ہو۔ آدم کے متعلق بیان کیجئے کہ اونکی کیا زبان تھی۔ جسمیں خدانے اون کو الہام دیا اور وہ زبان اونہوں نے خود بنائی تھی۔ یا خدانے سکھائی تھی؟ سلہ

آپ فرماتے ہیں جو معنی ڈالے وہ پہلے زبان ہی سکھاوے۔ ایسا دستور نہیں ہے۔ کہ زبان معنی سے الگ ہو۔ جتنی زبان جائیگا اتنے معنی ضرور جائیگا ایسے آپ نے اصول بیان کیا ہے کہ حادث کا کوئی فرد قدیم نہیں ہو سکتا۔ میں سولہ آنہ مانتا ہوں۔ اور آریہ سماج یہ نہیں کہتا۔ کہ دنیا سرشٹی سے قدیم ہے لیکن (سرشٹی کے معنی ذات ہے) ابھاؤ نفی) آخر دنیا اور قیامت ان دونوں کا یکے بعد دیگرے واقع ہونا قدیم ہے۔ جسکو سرشٹی اور پرلے کا سلسلہ کہا جاتا ہے۔ ملہم کے متعلق جو بات میں نے بیان کی تہی۔ اوسے مولوی صاحب چھوڑ گئے۔ رشیوں کے متعلق جو بیان تھا۔ اوسمیں سوا اس بات کے اور کوئی نقص نہیں نکال سکے۔ کہ سناتن دہرمی جسطرح برہماجی کو ملہم مانتے ہیں۔ اوس پرکار سے آریہ سماجی کیوں نہیں مانتے۔ جتنا آریہ وید مانتے ہیں۔ اوس سے دگنا سناتنی مانتے ہیں۔ پہلے تو ہندوؤں کو بیچ میں لانا ضروری نہیں۔ دوسرے برہماجی کے متعلق یہ بات ہے۔ کہ سناتنی اونہیں چار منہ والا مانتے ہیں ہم چار رشی علیحدہ علیحدہ مانتے ہیں۔ بات ایک ہی ہے۔ فرق کچھ نہیں۔ چاروں کو ملا کر برہما کہہ سکتے ہیں۔ جسطرح ہر جاتی واچک نام (اسم نوع) ایک وچن میں (صیغہ واحد میں ہوتا ہوا) تمام افراد میں صادق آتا ہے۔ جیسے گھوڑا ہاورس آپ رسالہ کا حوالہ دیکر نوٹس بھی دیتے جاتے ہیں۔ ہندو جو دگنا الہام مانتے ہیں۔ وہ صرف اصطلاح کا ہیر پھیر ہے۔ باقی کچھ نہیں۔

پرچہ نمبر

منجانب اہل اسلام

صاحبان! مَیں نے وید منتر اس مضمون کے پڑھے تھے۔ کہ وید شروع دنیا میں نہیں ہیں۔ آپ نے اون کے معنی کرنے میں اپنے خیالات کو داخل کیا ہے۔ اسلئے مَیں وہ سارے صیغہ ماضی (پاسٹنس) کے سامنے رکھدیتا ہوں۔ پرمیشر یعنی وید کا مصنف کہتا ہے وہ لفظ یہ ہے "تمہارے بزرگ تمام علوم سے ماہر گذر چکے ہیں جیسے وہ میری اطاعت کرتے تھے۔ اوسی طرح تم بھی کرو"۔ دوسرا منتر یہ ہے۔ جسمیں خاص صیغہ ماضی کا ان لفظوں میں آیا ہے "تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے"۔ میرا مطلب تھا کہ جسوقت سب سے پہلے یہ منتر رشی کے منہ سے نکلا ہے۔ اوسوقت یہ ماضی کا صیغہ (پاسٹنس) صحیح تھا یا نہیں۔ اگر صحیح تھا تو اس سے پہلے ایسے واقعات کا ہونا ضروری ہے۔ جسمیں اس فوج نے پہلے دشمنوں کو مارا ہو تو وہ زمانہ جسمیں اس فوج نے جس کو آج رشی سب سے پہلے مخاطب کرتا ہے۔ اس زمانہ سے پہلے کی ہوگی۔ تو یہ منتر معہ اوس وید کے جسمیں یہ ہے اوس زمانہ کا نہ ہوا۔ جس زمانہ کی فتح کا اسمیں ذکر ہے۔

میرے دوست نے کہا ہے کہ قرآن میں جن لوگوں مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔ اون کے بعد والے بھی مراد ہیں صحیح ہے۔ لیکن مہاشہ نے نہیں سمجھا۔ کہ میرا سوال صیغہ ماضی پر ہے۔ جو مَیں نے ترجمہ میں عرض کیا ہے۔

کہا ہے کہ کل آپ نے آیتیں نہیں پڑھیں تو ہم نے بھی وید منتر نہیں پڑھا اور ترجمہ نہیں کیا۔ بھائی جان مجھ سے کل کسی نے آیتوں کا تقاضا نہیں کیا تھا۔ مگر ہم نے آج آپ سے تقاضا کیا۔ لیکن باوجود تقاضا کے آپ کا ٹالدینا

بیخودی بے سبب نہیں غالب * کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

اگنی کی پیدائیش ہی کا ذکر نہیں ہے بلکہ اگنی کی عبادت بھی کیجیئے "اے اگنی تو ہون کے کام میں بڑا ہنر رکھتا ہے۔ بس اے اگنی تو دیوتاؤں کو اوس پرہیزگار وجود کے پاس لا جو خوشی خوشی تیری عبادت کرتا ہے"۔ آپ نے کہا ہے کہ آدم کی زبان کیا تھی۔ قرآن کریم نے علم الآدم الاسماء کہکر جواب دیدیا ہے کہ خدا نے آدم کو سب نام سکھا دیئے۔ ساری زبان سکھا دی۔ اوسکے بعد اوسکو الہام دیا۔ کہتے ہیں کہ ہندوؤں کا نام بیچ میں کیوں لے آئے ہیں۔ اے جناب ہندو قوم ویدوں کی حامی ہے۔ ویدوں کی تابعدار ہے اس لئے اونکی شہادت گویا گھر کی شہادت ہے۔ مفہوم عدمی سے وجودی کی تعریف کرنا ایسا ہے۔ جیسے کوئی کہے آدمی وہ ہوتا ہے جو گھوڑا ہاتھی نہ ہو۔ اور گھوڑا ہاتھی وہ ہوتا ہے۔ جو گائے بھینس نہو۔ اس لئے میں نے کہا ہے کہ مفہوم وجودی کی تعریف عدمی سے نہ کرنا چاہیے۔ ارسطو و جالینوس بھی کرے تو غلط ہے۔ آپ نے پہلی تقریر میں ہمارے نبی کی معاشرت پر اشارہ کیا ہے کہ حج میں عورتوں سے جماع کیا یہ بے ثبوت ہے غلط ہے۔ بہتان ہے۔ مباشرت کرنا حج میں غلط ہے۔ بہتان ہے۔ کسی عورت کا حق چھین لیا غلط ہے بہتان ہے افترا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ آپکی تعریف یہ تھی کہ سچی کتاب وہ ہے جو شروع دنیا سے ہو۔ اور اسمیں سب ضروریات تعلیم ہو۔ اس تعریف پر میں نے بتا دیا کہ وید الہامی کتاب نہیں ہو سکتے۔ اب میں پنچوں کو مخاطب کرکے یہ شعر سناتا ہوں۔ ۵

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھکر
ہندو پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھکر

پرچہ نمبر (۳۰)

منجانب آریہ سماج

حیض کے متعلق آپ نے فرمایا کہ سراسر بہتان ہے۔

عائشہ سے روایت ہے۔ ہم میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم کرتے تہ بند باندھنے کا۔ جب حیض کا خون جوش پر ہوتا۔ پھر اوس سے مباشرت کرتے۔ (صحیح مسلم صفحہ ۱۴۲)

صبح از ظہر غرض پانچ نمازیں ادا کیں اور سب بیبیاں آپ کے ساتھ تھیں۔ اوس رات آپ نے سب سے مباشرت کی۔ صفحہ ۱۱۵۹ فائدہ میں۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں قرآن کی آیت کے متعلق کہ وہ صحیح ہے۔ اور میرا سوال صیغہ ماضی پر ہے۔ آیت میں لفظ ماضی کا پڑا ہوا ہے۔ میں پوچھتا ہوں جب قرآن نازل ہوا تھا۔ تو اوس وقت کے اور اس سے پہلے کے مراد ہونگے۔ بعد کے بھی مراد ہونگے۔ تو وید کا اصول سچا ہے۔

پرچہ نمبر (۳۱)

منجانب اہل اسلام

صاحبان! بابو صاحب کو عربی کا لفظ نہ جاننے سے غلطی لگی ہے عربی میں یباشر

فوق الازار حیض والی عورت کو تہبند کے اوپر سے ملنا۔ قرآن مجید صاف لفظوں میں حیض والی عورت سے جماع کرنے سے صاف منع کرتا ہے۔ ار فاعتزلوا النساء فی المحیض۔ اس حدیث میں بھی ایک لفظ صاف موجود ہے۔ جس سے حضرت عائشہؓ نے یہ سمجھایا ہے کہ آنحضرت حیض کیحالت میں اپنی بیوی کیساتھ جماع نہیں کرتے تھے۔ وہ لفظ یہ ہی ایکم یملک اربہ[1] دوسری روایت جو آپ نے حج کے متعلق پڑھی ہے۔ وہ مصنف نے فائدہ میں لکھی ہے۔ باوجود اس کے کہ حالت حج سے پہلے کا واقعہ ہے جیسے کوئی شخص سحری کھانے سے پہلے اپنی عورت سے ملاپ کرے۔ پھر غسل کر کے سحری کھاکر روزہ پورا کرے۔ ایسے شخص پر مہاشہ جی یہ اعتراض کرینگے؟ کہ اس نے روزہ میں صحبت کرلی۔ جیسا یہ بہتان ہے۔ ایسا ہی وہ بھی بہتان ہے گھنٹی بجگئی ہے۔ ورنہ اور بھی کچھ کہتا۔

ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

مناظر اسلام

---

[1] تم میں سے کون ہے جو اپنی طاقت پر آنحضرت کیطرح قابو رکھتا ہو

فیصلہ پنچاں

فریقین میں مسلم ہو چکا تھا کہ مباحثہ تحریری ہو کر فیصلہ پنچوں سے کرایا جائیگا۔ چنانچہ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب مناظر ازجانب اہل اسلام نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ پنچ مقرر کیے جاویں آریہ سماج کی طرف سے پہلے تو آئیں بائیں ہوتا رہا۔ آخر کار یہ کہا کہ اچھا اپنے اپنے پنچ کر لو۔ جواباً کہا گیا۔ بوقتِ اختلاف اون کا سرپنچ ہونا چاہیئے۔ آریہ سماج کی طرف سے اِس بارے میں جواب دینے کے لیئے پنڈت مراری لال جی تھے۔ یہ بات خاص قابل ذکر اور قابل یاد ہے کہ آریہ سماج چونکہ ایک کارکُن اور تعلیم یافتہ جماعت ہے اسلئے اوس نے ہر ایک کام کی خاص آدمی رکھے ہوئے ہیں۔ جہاں بکنا اور بے معنی جھگڑا بڑھانا اور وقت ضائع کر کے فریق ثانی کو

دوست پنڈت مراری لال بی اے ایل ایل بی آئے کام آئے ہیں

اسلئے پنڈت جی نے اپنی ڈیوٹی بڑی معقولیت سے نباہی۔

نظارہ قابل دید تھا کہ پنڈت جی عرصہ تک اِدھر اُدھر کی کہے جائیں

جس سارے کا مطلب یہہ ہوتا تھا کہ پنچ الگ الگ ہوں مولینا

مناظر اسلام جب کھڑے ہوں تو پنڈت جی پریشان ہو کر کہنے لگجائیں

یہ دیکھو پھر کھڑے ہوئے مولانا اتنا فرماتے کہ درصورت اختلاف

پنچان کے سرپنچ کون ہو گا؟ جواب ملے اختلاف نہیں ہو گا۔ جواب

دیا جائے اختلاف نہو گا۔ بہت خوب لیکن اگر ہوا تو ایک عیسائی

ممبران پنچوں میں بطور سرپنچ کے رہنا چاہیئے۔ جو ہمارا اور تمہارا

دونوں کا غیر ہے۔ مگر پنڈت جی ڈیوٹی کے پکے تھے وہ کہاں

مانیں آخر کار یہ ہوا کہ فریقین کے پانچ پانچ پنچ (منصف) مقرر

ہوئے مگر نتیجہ وُہی ہوا جو مولانا کو گمان تھا یعنی اختلاف رائے

بہر حال دونوں فریق کے پنچوں کا فیصلہ پیش ہے ناظرین

بغور پڑھکر خود سرپنچ بنجائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ تعالیٰ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فیصلہ منتخبانِ اہل اسلام

مناظرہ آریہ سماج جو بیس مارچ ۱۹۱۸ء کو اہل اسلام سے خورجہ میں ہوا ہے اوس میں مناظر اہل اسلام (مولانا ثناء اللہ صاحب) نے مذہب حق کا معیار اور تعریف جو بیان کی تھی اوسمیں جسقدر امور بیان کیے گئے تھے۔ اون سبھی کو وکیل آریہ سماج نے تسلیم کر لیا تھا۔ کیونکہ کسی امر پر جرح وقدح نہیں کی تھی۔ فقط تعریف کے مانع اور جامع ہونے کا شبہ پیش کیا تھا۔ جس کا جواب وکیل اسلام نے نہایت مستحکم بیان کر دیا۔ اب مناظرہ ۲۱۔ مارچ ۱۹۱۸ء میں وکیل آریہ سماج کو یہ چاہئے تھا کہ اون امور کو وید میں ثابت کر کے دکھاتے مگر اسکو اونہوں نے ثابت نہیں کیا۔ جو ایک بہت بڑی غلطی ہے جسکا تدارک ناممکن ہے۔ بلکہ بعض امور کا الہامی کتاب میں نہ ہونا ضروری بتلایا گیا ہے۔ اگر یہ بات واقعی ہے۔ تو کل کے مناظر نے اوس نمبر پر رد وقدح کیوں نہیں کی۔ اس صورت میں دونوں مناظروں میں سے ایک کی غلطی ضرور ثابت ہوتی ہے۔

(۱) مناظر آریہ سماج ابتداء کلام اس سے کرتے ہیں۔ کہ انسانی خواص اور پرکرتی یہ کسی ایسی بات کا محتاج ہے کہ جو تمام علوم کا واقف ہے۔ اس عالم کو ہم خدا کہتے ہیں۔ یہ بات وکیل سماج کی نہایت غلطی اور پریشانی پر دلالت کرتی ہے۔ ایک مذہب کا عالم اور عالم ہی نہیں بلکہ مناظر ایسی بے جا اور غلط بات

بابو رام چندر صاحب کہا | انسان کسی ایسی بات کا محتاج ہے جو تمام علوم کا
واقف ہو۔ ایسی بات کو جو تمام علوم کا واقف ہو اوسے خدا کہا جاتا ہے (یعنی) اس
ترقی و تمدن کے زمانہ میں خدا (معاذ اللہ) ایک بات ہو گیا۔ اس کے سوا مضمون
بھی غلط ہے۔ کہ انسان کو ایک ایسی ذات کی احتیاج ہے۔ جو عالم کل ہو۔ اور اسی
عالم کل کو خدا کہا جاتا ہے۔ مقام غور ہے کہ اس تعریف کے مطابق اگر ایک ہستی
اور ایک وجود ایسا فرض کیا جائے جو تمام علوم کا واقف ہو۔ اور اسمیں قدرت
ارادہ اختیار مالکیت ربوبیت علاوہ علم کے کوئی بھی صفت کمال نہ ہو۔ تو ویدک
سماج ایسی ہستی کو جو محض ایک ہی حصہ کمال سے متصف ہے۔ خدا کہنے کو تیار ہے
حالانکہ ایسے وجود اور ہستی کو کوئی عاقل خدا نہیں کہہ سکتا جس دہرم کا خدا ہی ناقص
ہو۔ اُس دہرم کا خدا ہی حافظ ہے۔

علاوہ ازیں دعوی یہ ہے کہ انسانی خواص اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ وہ
کسی ایسی ہستی کے محتاج ہیں۔ جو عالم کل ہو۔ اس دعوی کی کوئی بھی دلیل بیان
نہیں فرمائی گئی۔ چونکہ یہ بات ایک بہت ہی بے محل اور موضوع سے علیحدہ ہے
غالباً اسی وجہ سے مناظر اسلام نے اس پر توجہ نہیں کی۔

(۲) دوسری بات یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ مذہب حق اوسکو کہتے ہیں جسمیں (۲)
ایسے احکامات درج ہوں۔ جس سے تمام ضروریات پوری ہو سکیں۔ لیکن
یہ بھی ساتھ ہی معلوم ہونا چاہیئے کہ اوسکا رہنا اوس وقت سے ضروری ہے
جب سے انسان دنیا میں پیدا ہوا۔ اگر کچھ زمانہ تک رہکر اور پھر اسیطرح کی بات
کا اظہار ہو۔ اوسکا ہونا بھی خدا کی طرف سے ماننے کے قابل نہیں۔ اور جو مذہب
حق ہو وہ زمانی اور مکانی قید سے مبرا ہونا چاہیئے کوئی اسمیں ایسی تعلیم نہ ہو
جو کسی ایک خاص قوم کے لئے خاص طور پر حکم دیتا ہو۔ اور دوسری کو اور طور پر

بھی ہے اوسکو احکام کی پابندی لازم ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جیسے لڑکپن
سے بلوغ کے زمانہ تک کسی مذہب میں بھی لڑکا پابند احکام مذہب بطریق لزوم
نہیں۔ اسیطرح سے ابتداء عالم میں بھی خداوند عالم نے انسانوں کو غیر مکلف
بنایا ہو۔ یا مکلف بھی ہوں تو اونکا علم فطری اور طبعی ہو جسطرح سے جانور اور بچے
اور بولنے لگتے ہیں۔ اپنی روزی تلاش کرتے ہیں۔ اگر ایک زمانہ تک ابتداء آفرینش
میں بھی انسان کا ایسا ہی حال ہوا ہو۔ تو اس صورت پر کیا ضروری ہے کہ مکمل
کتاب جو ہمیشہ کے لئے ہر قوم کی جملہ ضروریات پر مشتمل ہو۔ ابتداء عالم میں ہی
ظاہر کی جائے۔ اس دعویٰ میں یہہ ایسی کمزوری ہے جسکا رفع ہونا ناممکن ہے۔

مناظر اسلام اس تعریف پر چند اعتراض کرتا ہے:

(الف) یہ کہنا کہ وہ زمان و زمانیات سے مبرا ہو۔ منفیات کا ذکر کرنا ہے مفہوم
وجودی کی تعریف مفہوم عدمی سے نہیں کیجاتی۔ مطلب یہ ہے کہ تعریف یا
ذاتیات سے ہوتی ہے یا عرضیات مختصہ سے اور منفیات تو بے شمار ہیں
اس واسطے کہ انسان کے سوا جتنی چیزیں ہیں سبھی کا غیر ہے۔ تو
اب اگر انسان کی تعریف میں یہ کہا جائے کہ گھوڑا ہاتھی۔ بیل۔ اینٹ۔ پتھر
زمین آسمان نہ ہو تو تمام عمر ختم ہو جائیگی۔ اور تعریف ختم نہوگی۔ لہذا وکیل سماج
کو تعریف میں منفیات کا ذکر کرنا نہ چاہیئے تھا۔ اسکا جواب وکیل سماج یہ فرما
(ص) دیتے ہیں۔ کہ وجودی کی تعریف عدمی سے کوئی بھی کرے قابل تسلیم نہیں۔
اور اسکو مثال سے واضح کر دیا ہے۔ کہ وجودی کی تعریف مفہوم عدمی سے کرنا
ایسا ہے۔ جیسے کوئی کہے آدمی وہ ہوتا ہے کہ گھوڑا ہاتھی نہ ہو۔ اور گھوڑا وہ
ہے جو گائے بھینس نہو۔ اوّل تو یہ امور [illegible] انسان اور گھوڑے کی [illegible]
اور خواص مختصہ بھی نہیں۔ دوسرے یہ [illegible] ختم ہو [illegible]
اسکی تعریف بھی ختم نہ ہو۔ سوامی دیانند جی کا مفہوم عدمی سے مفہوم وجودی

(ب) اس کے بعد دوسرا اعتراض علی سبیل التسلیم یہ ہے۔ کہ وید کا شروع دنیا سے ہونا وید ہی کی رو سے غلط ثابت ہوتا ہے۔

وید میں ایسے منتر موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وید کا یا اوس منتر کا اوس کے مصنّف سے صدور ایسے وقت میں ہوا۔ کہ دنیا خوب آباد ہو چکی تھی۔ سلطنتیں قایم تھیں۔ لڑائی جھگڑے بھی ہو چکے تھے۔ بلکہ اس کے قبل رُوئے زمین کو فتح کر چکے تھے۔

منتر یہ ہی کہ تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے۔ تم نے حواس کو مغلوب روئے زمین کو فتح کیا ہے۔ تم روئیں تن فولاد بازو ہو"
(اتھر وید مندجہ بھومکا صفحہ ۱۴۳)

مذہبی پیشوا اپدیش وعظ کرتے ہوئے پہلے بزرگوں کی مثال دیا کرتے تھے کہ تمہارے بزرگ پہلے بڑے علم و فضل والے گذر چکے ہیں۔ اونکی چال چلو۔ یہ تمام ماضی کے صیغہ جبھی صحیح ہو سکتے ہیں۔ کہ اون سے پہلے تمام واقعات ہو چکے ہوں۔

الفاظ کے معنی حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی جب لئے جاتے ہیں۔ کہ معنی حقیقی کے ناممکن ہونے پر کوئی دلیل عقلی قایم ہو جائے۔ ویدک سماج نے کوئی دلیل عقلی ایسی نہیں بیان فرمائی۔ جس سے وید کا ابتداء عالم میں ہونا ضروری اور قطعی طور پر ثابت ہو سکے۔ پھر ان الفاظ صریحہ کے معنی ایچ پیچ سے بتانا اور وہ بھی نہ بن سکیں۔ اسکی کیا ضرورت ہے۔

دکیل آریہ سماج ان منتروں کے معنی میں اپنے خیالات کو دخل دیتے ہیں۔ اون کے ذہن میں چونکہ یہ بات سما گئی ہے۔ کہ وید کا اور الہامی کتاب کا ابتدا دنیا میں ہونا ضروری ہے۔ اسوجہ سے وہ ان منتروں کے یہ معنی بیان

بیان کئے ہیں جنکی بنا پر سالار جنگ اپنی فوج کو دلیر و مضبوط بنانیکے لئے
اپدیش دے سکے۔ جنہوں نے پہلی جنگوں میں فتح کی ہو۔ اون کو یہ کہکر کہ جیسے
تم نے پہلے میدانوں میں فتح پائی ایسی طور پر اب بھی جاکر فتح پاؤ۔ اور جنہوں
نے سب سے پہلے اپنے کو فوج کو داخل کیا ہو۔ اون کو اون کے بزرگوں کے
حال سنا کر ہمت دلاؤ۔ یہ ویدوں میں بیان کیا گیا ہے نہ کہ کسی خاص راجہ کا
ذکر ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ قرآن میں ایک جگہ ایسا لکھا ہے۔ کہ "اے لوگو! تم
اوس خدا کی عبادت کرو۔ جس نے تمکو اور اون لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوئے
ہیں۔ پیدا کیا ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب قرآن نازل ہوا تھا۔
اوسوقت کے لوگ اور اوس سے پہلے ہی کے مراد تھے اور اس کے بعد کے نہیں
اگر بعد کے بھی شمار کئے جاتے ہیں۔ تو اوسی اصول کے مطابق وید مقدس
میں یہہ اصول لاگو ہو سکتا ہے۔ وہ آیت یہہ ہی یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوا الخ
دلیل اسلام ہیں وہ سارے صیغے ماضی (پاسٹس) کے سامنے رکھدیتا ہوں
وید کا مصنف لکھتا ہے کہ تمہارے بزرگ تمام علوم سے ماہر گذر چکے ہیں
جیسے وہ میری اطاعت کرتے تھے۔ اوسی طرح تم بھی کرو۔ دوسرا منتر یہہ ہی
جسمیں خاص صیغہ ماضی کا ان لفظوں میں آیا ہے۔ تم نے پہلے میدانوں
میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ جسوقت سب سے پہلی
یہ منتر اس کے منہ سے نکلا تھا۔ اوس وقت یہ ماضی کا صیغہ صحیح تھا یا نہیں
اگر صحیح تھا تو اس سے پہلے ایسے واقعات کا ہونا ضروری ہے جنہیں
اس فوج نے پہلے دشمنوں کو مارا ہو وہ زمانہ جس میں اوس فوج نے جسکو آج رشی
سب سے پہلے مخاطب کرتا ہے اس زمانے سے پہلے کی ہوگی۔ تو یہ منتر مع اس وید کے جسمیں
یہ ہے اوس زمانہ کا نہ ہوا۔ جس زمانہ کی فتح کا اوس میں ذکر ہے۔

نہیں سمجھا کہ میرا سوال صیغہ ماضی پر ہے۔ جو میں نے ترجمہ میں عرض کیا ہے۔
قابل یہہ ہے کہ مناظر اسلام نے کسقدر پختہ اور مضبوط بات بیان فرمائی ہے
کہ جسکا جواب ہونا محال ہے۔

مناظر اسلام کہتی ہیں کہ وید منتروں میں ماضی کا صیغہ موجود ہے "تمہارے
بزرگ تمام علوم سے ماہر گذر چکے ہیں۔ جیسے وہ میری اطاعت کرتے تھے۔ اسیطرح
تم بھی کرو۔"

یہہ مضمون صاف اور کھلا ہوا ہے کہ جن لوگوں سے خطاب ہے اون سے
پہلے اون کے بزرگ زمانہ سابق میں گذر چکے اور خدا کی اطاعت کر چکے۔

وکیل سماج یہ فرماتے ہیں کہ جس وقت یہ کلام خدا نے فرمایا تھا۔ اسکا نہ کوئی
مخاطب تھا۔ نہ اس کلام سے پہلے بزرگ تمام علوم کے ماہر گذر چکے تھے۔ نہ
کسی نے خدا کی اطاعت کی تھی۔ جن لوگوں سے خطاب کیا تھا۔ وہ لوگ بھی اس
کلام کا مطلب یہی سمجھتے تھے کہ یہ ایک مہمل اور فرضی اور غلط اور بے معنی کلام ہے
کیونکہ ابتدائے دنیا میں ہم ہیں نہ ہم سے پہلے کوئی چھوٹا گذرا نہ بڑا۔ عالم گذرا
نہ جاہل نہ کوئی خدا کا فرمانبردار گذرا نہ نافرمان۔ پھر ہم سے وید یہہ کہتا ہے "تم
اپنے گذشتہ بزرگوں کی طرح سے جنہوں نے علم نہیں علوم اور علوم ہی
نہیں تمام کمالات حاصل کئے تھے۔ اون جیسی میری اطاعت کرو۔ تو بغیر اسکے کہ یہہ
کہا جائے کہ اس کلام میں ابھی تک معنی نہیں ڈالے گئے اور مصنف وید ابھی
کلام کرنا سیکھتا ہے غلط اور صحیح موقعہ اور بے موقعہ نہیں جانتا اور کیا کہا جا سکتا ہے
غضب یہہ ہے کہ وکیل سماج اس غلط بات کی سند میں قرآن شریف کی
آیت کو پیش فرماتے ہیں کہ خدا نے جو ارشاد فرمایا ہے "اے لوگو اپنے اوسی
رب کی بندگی کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا"۔ اس سے [illegible]

کی بندگی کرنے کا حکم ہے - اس کے نزول کے بعد قیامت تک جو لوگ ہونگے
اونکو بھی خدا کی بندگی کا حکم ہے - کیا اس آئت کیوقت لوگ موجود نہ تھے - اون سے
پہلے لوگ گذر نہ چکے تھے - یا جبوقت یہ آیت پڑہی جائیگی - اوسوقت لوگ موجود
نہ ہونگے - اور اون سے پہلے لوگ گذر نہ چکے ہونگے - پھر اس آیت اور منتر سے
کیا مناسبت - منتر کی تصنیف کے وقت جو لوگ موجود تھے - اون سے پہلے
کوئی تھا ہی نہیں جنکو کہا جائے کہ تمہارے بزرگ تمام علوم کے ماہر گذر چکے
ہیں - جیسے اونہوں نے میری اطاعت کی تھی تم بھی کرو -

ویدک سماج کی رائے کے مطابق یہ منتر اوس وقت مہمل اور بے معنی اور
فرضی کلام تھا - بخلاف آیت شریفہ کے جبوقت وہ نازل ہوئی تھی اوسوقت
جو لوگ مخاطب تھے - اون سے پہلے بھی لوگ گذر چکے تھے اور جبوقت بھی یہ
آیت پڑھی جائیگی - اوسوقت بھی مخاطبوں سے پہلے لوگ گذر چکے ہیں یہاں
تو خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کے معنی صحیح ہیں - بخلاف منتر کے کہ وہاں بھی
تو ماضی حال بھی نہیں بن سکتا -

لہذا یہ صاف ہوگیا کہ وید اس منتر کی رو سے ابتداء دنیا میں ہرگز اور کسیطرح
سے نہیں ہوسکتا - اور ویدک سماج تقریر بالا کے سوا تیسری تقریر میں اس کا
کچھ جواب نہیں دیتا - جسکا نتیجہ صریح یہ ہے کہ وید اپنے ہی قول سے اپنے کو ابتدائے
عالم سے نہیں بتلاتا - اوس کے ہوا خواہ اوسکو قدیم اور ازلی ثابت کرتے ہیں -
یہ وہی صورت ہے کہ مدعی سست گواہ چست - جیسے اس منتر کے معنوں میں مناظر
اسلام کو بفضلہ خدا کھلی ہوئی فتح ہوئی - اگلا منتر جو جنگی قاعدہ ہے - دہلوی بھی
جرنیل اسلام کو آگے ہی بڑہنے کا حکم دیکر فتح کا پرچم اون کے ہاتھ میں دیتا ہی
اوسمیں بھی یہی لفظ ہیں کہ تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے

جب یہ منتر اول مرتبہ بولا گیا تو اوس سے پہلے نہ کیدن ہے نہ دشمن نہ کوئی کرن
نہ لڑائی نہ ہار نہ جیت بلکہ یہہ کلام بھی ایک مہمل اور بے معنی اور فرضی کلام تھا
جسکا نتیجہ سینکڑوں ہزاروں برسوں کے بعد ظاہر ہوگا

وکیل آریہ سماج کو کس عقلی یا قطعی دلیل نے مجبور کیا ہے۔ جسکی بناپر کلام کو مہمل بنانے کے لئے تیار ہیں مگر یہ نہیں فرماتے کہ ہاں وید ابتدائے دنیا میں نہ تھے۔ غرض اون کے اصول کے مطابق اون منتروں سے وید نہ ابتداء دنیا میں ہوسکتا ہے نہ الہامی کتاب۔

تعجب ہے کہ وکیل سماج یہ فرماتے ہیں کہ کسی خاص راجہ کی کسی خاص راجہ سے لڑائی کا ذکر نہیں ہے" کیا خاص راجہ کے لئے ماضی کا صیغہ۔ بے اوسکے وجود کے استعمال کرنا جائز نہیں۔ اور عام کیلئے جائز ہے۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ زید میرے گھر آیا تھا" تو اوس کے لئے زید کے وجود کی ضرورت ہے۔ اور اگر یوں کہے کہ میرے گھر کل کوئی انسان آیا تھا" تو اس کیلئے کسی انسان کو وجود کی ضرورت نہیں ؟ یہہ وہ اصول ہیں کہ انپر کوئی منصف وکیل سماج کو ڈگری نہیں دیسکتا۔

(۳) (۳) پھر وکیل سماج الہامی کتاب کی نسبت فرماتے ہیں۔ جب اوس کا خداکیطرف سے اظہار ہوگا۔ تو کسی زبان کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے۔ جسکو ان پوتر آتماؤں نے جن پر وہ پہلے ظاہر ہوا ہے۔ بچوں کی طرح سے جو اپنے ماں باپ سے زبان سیکھتے ہیں سیکھ لیا ہو۔ اگر وہ زبان خداکیطرف سے نہ ہوگی اور خدا کسی انسانی زبان کا محتاج ہوگا۔ تو ایک زبردست نقص ذات خدا میں عائد ہوگا۔ کیونکہ سوال ہوسکتا ہے کہ پہلے زبان ہے یا پہلے الہام۔ اگر پہلے الہام ہے تو زبان ساتھ ساتھ ہونی چاہیئے۔

وکیل سماج یہاں دو امر کا دعوی کرتا ہے۔

(الف) کہ الہام کسی زبان کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے۔ جنکو ملہم۔ بچوں

مناظر اسلام اس کے متعلق نہایت معقول فلسفیانہ اور منطقی طور پر ایک بڑا قوی اعتراض کرتا ہے۔ جس سے وید کا الہامی اور خدائی کتاب ہونا کیا خود اسکی ہستی اور وجود ہی خطرہ میں آتا ہے۔ اب اس بیمار کا خدا ہی حافظ ہے۔

مناظر اسلام اعتراض کرتا ہے کہ اس تقدیر پر ویدوں کا نزول ہی محال ہے الہام پہلے ہے یا زبان۔ یہ بڑی مشکل آپکو پیش آئی۔ آپکے خیال میں الہام پہلے ہے اور زبان پیچھے۔ جس رشی کو بغیر سمجھنے زبان کے الہام ہوگا۔ تو وہ الہام اس مثال کے مطابق ہے یا نہیں ؎ شوخ من ترکی و من ترکی نمیدانم۔

رشی کو الہام ہوتا ہے مگر وہ اس زبان کو نہیں جانتا۔ کون سکھائیگا۔ کون بتائیگا۔ کوئی استاد نہیں ہے جو خدا اوس کے دل میں اوس کے معانی ڈالیگا وہ پہلے زبان ہی کیوں نہ سکھا دیوے۔

مناظر اسلام کا مطلب یہ ہے کہ یہ دعویٰ کہ الہام کسی زبان ہی میں ہوگا۔ صحیح نہیں۔ ممکن ہے کہ ذہن میں پہلے معنی ہی آجائیں۔ اور اگر الہام کیلئے زبان کی ضرورت ہے تو بتلاؤ کہ پہلے الہام ہے یا زبان۔ اگر زبان پہلے ہے تو اُسے آپ خود محال فرما چکے ہیں۔ کیونکہ بقول آپکے بغیر الہام کے زبان معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور اگر الہام پہلے ہے تو اسکا حاصل یہ ہے کہ کسی ہندی سے جو پشتو اور ترکی نہ جانتا ہو۔ انگریزی سے آشنا نہ ہو۔ اوس سے ان زبانوں میں کلام کیا جائے تو جیسے یہ کلام غیر مفید ہے ایسے ہی وید کا نزول بھی فضول اور لاحاصل ٹھہریگا۔

وکیل سماج اسکا جواب یہ بیان فرماتے ہیں۔ "میں نے یہ نہیں کہا۔ کہ زبان پیچھے ہے بلکہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ جیسے بچہ ماں باپ سے زبان اور معنے

بنائی تھی یا خدا نے سکھائی تھی۔ آپ فرماتے ہیں جو معنی دانے وہ پہلے زبان ہی
سکھادے۔ ایسا دستور نہیں ہے کہ زبان معنی سے الگ ہو جتنی زبان جانیگا
اوتنے ہی معنی جانیگا

مناظر آریہ نے وکیل اسلام کا مطلب خیال نہ فرمایا۔ مطلب یہ تھا کہ زبان
سے پہلے الہام بھی آپ کے نزدیک جائز نہیں۔ کیونکہ زبان سے معنی الگ نہیں
ہو سکتے۔ اور زبان الہام سے پہلے ہو۔ یہ بھی محال ہے۔ کیونکہ بغیر الہام زبان
نہیں آسکتی۔ اور یہ بات کہ الہام اور زبان دونوں ساتھ ہوں۔ یہ عقلاً ناجائز
ہے۔ کیونکہ لفظ دال ہے اور معنی مدلول۔ اور پہلے دال ہوتا ہے اور بعد میں مدلول
تو اس واسطے یہی کہنا مناسب ہے کہ زبان پہلے ہو اور الہام پیچھے۔ اور جب
آریہ سماج اسکو نہیں مانتے تو نزول وید ممتنع اور محال ہو گیا۔

بچے اور ماں باپ کی مثال جو دی ہے یہ وکیل سماج کے مخالف ہے۔ کیونکہ بچہ
کبھی لفظ سمجھتا ہے اور معنی نہیں جانتا اور کبھی معنی سمجھتا ہے اور لفظ اوسکے
لئے نہیں پاتا۔ ہر گھر میں بچے موجود ہیں اور رات دن کا تجربہ شاہد۔ تو اس بنا پر
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معنی الہامی کے قلب میں القا ہوں اور لفظ نہ ہوں۔ اور یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ پہلے زبان تعلیم ہو جائے اوس کے بعد اوسی زبان میں الہام ہو
اور جب وکیل سماج اسکو تسلیم فرماتے ہیں کہ ابتدائے عالم میں نزول
وید اور تعلیم زبان ساتھ ساتھ ہوئی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آدمی لڑکپن
سے جس زبان کو بولتا ہے اور اسمیں نشو و نما پاتا ہے۔ تو وہی اوسکی زبان ہوتی
ہے۔ تو اس بنا پر الہام کی زبان اور وید کی زبان اون لوگوں کی زبان ہو گی۔
اور اصول ہے آریہ سماج کا کہ الہام کسی کی زبان میں نہ ہونا چاہیے۔ تو یہہ
باطل ہو گیا۔ کیونکہ جن لوگوں پر وید نازل ہوئے۔ اس صورت میں وہی اونکی

اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں میں یہ بھی ممکن ہے کہ معنی سمجھ میں آتے ہیں اور لفظ نہیں۔ تو یہ بھی ممکن ہُوا۔ کہ پہلے الہام کے فقط معنی ہوں اور اس کیلئے الفاظ بعد میں تعلیم کئے جائیں۔ تو یہ کہنا کہ الہام کیلئے کسی زبان کا ہونا ضروری ہے یہ بھی غلط ہو گیا۔

غرض مناظر سماج نے جتنے احتمال بیان کئے تھے۔ اونکی غلطی ظاہر ہو گئی۔ مناظر سماج نے جو آدم علیہ السّلام کی زبان کو دریافت کیا ہے۔ اوسکا جواب مناظر اسلام نے یہ دیا کہ آدم کی زبان کو قرآن نے خود بتلا دیا۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الاَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السّلام کو پہلے زبان کی تعلیم فرمائی پھر بعد میں الہام فرمایا۔

تعجب آتا ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ تمام حیوانات چرند پرند خود بخود فطری طور پر بدوں کسی کی تعلیم کے خود بخود ہی بولنے لگتے ہیں۔ اسیطرح سے ابتداء عالم میں جب جیسے انسان ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں بغیر ماں باپ کے مُولی اور گاجروں کیطرح سے زمین سے پیدا ہو گئے۔ یا آسمان سے مینڈکوں کیطرح برس پڑے۔ تو جب جیسے یہ اونکی پیدائش فطری طریقہ پر تھی کسی دنیاوی فعل کو دخل نہ تھا۔ اسیطرح سے اگر اونکی زبان بھی فطری ہو۔ تو اوس میں کیا حرج ہے۔ اور اسمیں الہام ہو۔ وکیل سماج فرماتے ہیں۔ اگر وہ زبان خدا کی طرف نہ ہوگی۔ تو خدا انسانی زبان کا محتاج ہو جائیگا۔ اور ذات خدا میں ایک زبردست نقصان ہوگا۔ جب انسان میں سارے کمال خدا ہی کے دئے ہوئے ہیں۔ اور منجملہ اون کے زبان بھی ہے۔ چاہے فطری طور پر تعلیم ہو یا بذریعہ الہام اس ادنیٰ سی نسبت میں تو خدا اس اپنی دی ہوئی زبان کے الہام کرنے سے محتاج اور اپنی ذات میں ناقص ہو جائے۔ مگر رہ رہ وہ وہ

نہ خدا خالق تھا نہ مالک تھا نہ قادر تھا نہ ان اوصاف کا اوسمیں ہونا ہی ممکن تھا۔ اتنی بڑی احتیاج خدا کے نقصان کا باعث نہو۔ اور خدا کی دی ہوئی زبان میں اگر الہام ہو جائے تو نقصان ذاتی کا باعث ہو۔ (تعجب)

حاصل وہی نکلتا ہے جو مناظر اسلام بیان فرماتے ہیں۔ کہ اس تقدیر پر نزول وید ہی محال ہے۔

اسکے بعد مناظرِ اسلام نزول وید کا محال ہونا اس سے بھی قوی اور زبردست دلیل سے بیان کرتا ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے۔ کہ آریہ سماج کے اصول کے مطابق ویدوں کا ملنا پچھلے اعمال کا بدلہ ہے۔ اور اعمال بدوں وید کے نہیں ہوسکتے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ وید جب نازل ہو۔ جب اوس سے پہلے عمل ہوے اور عمل جب ہو۔ کہ پہلے وید نازل ہولے یہ کھلا ہوا دور ہے جسکو عالم میں کوئی نہیں اوٹھا سکتا۔

لہذا اصول سماج کے مطابق وید کیا دُنیا میں کوئی الہامی کتاب نازل ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ کھُلی ہوئی بات ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ میں ایک کتاب ہو۔ اور وہ یوں کہے کہ اس کتاب کو میرے ہاتھ سے وہ لے جو اسپر پہلے عمل کرے اور عمل وہ کرے کہ جو پہلے اس کتاب کو میرے ہاتھ سے لیکر خود پڑھ لے سمجھ لے یہ وہ صورت ہے۔ کہ دنیا میں اگر کوئی اوس کے امکان کا قائل ہو۔ تو کر کے دکھلا دے۔ اور اگر نہ کرسکے اور ہرگز نہ کرسکیگا۔ اور قطعاً نہ کرسکیگا۔ تو یقیناً سمجھ لے کہ اصول آریہ سماج پر کسی کتاب کا آسمان سے اُترنا بھی محال اور ممتنع ہے۔

وکیل سماج نے اس اعتراض کا بالکل جواب نہیں دیا۔ اور مناظر اسلام نے جو ایک وہم کو دفع کیا ہے۔ اوسی کو اصل قرار دیکر اصل کو چھپا دیا۔ ویدوں کا ملنا پچھلے اعمال کا ... مناظر اسلام ... کتا ... کہ جو پہلے

ہونا ضروری ہو اور وید اوس پر ضرور اترے اور بندہ اپنے فعل کا فاعل مختار ہے خدا کو معاذ اللہ اسمیں کچھ دخل نہیں۔ تو اب یہ بھی ممکن ہی کہ شخص اس زندگی میں پیدا ہوتے ہی برے افعال میں مبتلا ہو۔ کہ جسکی نظیر ملنی مشکل ہو مگر چونکہ نزول وید پچھلے اعمال کا بدلہ ہے۔ تو اس بنا پر ایسے شخص پر الہامی کتاب نازل ہوتی جو دنیا کے بدکاروں میں اوّل نمبر پر ہے۔ کہاں وید کے ملہموں کا مقدّس ہونا ضروری تھا۔ کہاں وہ صورت بھی نکل آئی کہ اون سے بڑھکر دنیا میں کوئی بُرا ہی نہو۔

اور ظاہر ہے کہ اس شخص کو کوئی ملہم نہیں مان سکتا۔ تو پھر بھی نزول وید کا محال ہوا۔ اور جو کہ بندہ اپنے فعل میں مختار ہی۔ تو یہ بھی ممکن ہے کہ انتہائی دنیا میں کسی کے فعل بھی ایسے نہ ہوں۔ جنپر وید نازل ہو سکے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دس بیس ہزار یا اس سے زیادہ آدمی ہوں۔ ایک صورت میں وید نازل ہی نہیں ہو سکتی۔ اور دوسری صورت میں بجائے چار کے چار ہزار اور چار لاکھ پر بھی بس نہیں ہوتی۔ پھر یہ کہنا کہ ہر دفعہ چار ہی وید کا نزول ہو نہ کہ کم نہ زیادہ۔ اگر خدائی ارادہ کو اس نظام میں کچھ دخل ہے۔ اور ضرور ہونا چاہیئے۔ تو مسلمانوں کا مسئلہ تقدیر ثابت ہوتا ہے۔ جو اصول سماج کے مخالف ہے۔ اور اگر خدا کو بندوں کے افعال میں کوئی دخل نہیں تو نہ الہام وید ضروری رہتا ہے۔ نہ انکی تعداد صحیح رہ سکتی ہے۔

اسکے علاوہ وکیل سماج یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ خدائی الہام و مذہب حق زمانی و مکانی قید سے مبرا ہو۔ اب اوس کیلئے زمانہ بھی معین ہوگیا۔ اور مکان بھی اور زبان بھی اتنی قیدوں میں جکڑ بند ہو کر پھر بھی مبرا کا مبرا ہی رہتا ہے۔ اس شبہ کا جواب سماج کی جانب سے یہ ہو سکتا تھا۔ کہ وہ یوں فرمائیں کہ ہمارے

مذکورا وٹھ نہیں سکتا۔ کیونکہ جو چیز ایک مرتبہ محال ہے۔ وہ دس بیس مرتبہ اور غیر متناہی مرتبہ کیسے واقع ہو سکتی ہے۔

مناظر اسلام لیکن کہکر اس جواب کی جڑ ہی کاٹتا ہے۔ کہ جس صورت میں دنیا اپنی ترکیب کیوجہ سے حادث ہی حادثات کا سلسلہ قدیم نہیں ہو سکتا جو فرد دنیا کی ابتدا میں سب سے پہلے مرکب ہوا۔ اوسمیں رشیوں کو وید کیسے ملیگا۔ یہ ایک باریک مسئلہ ہے۔ جس کے سمجھنے کیلئے میرا رسالہ حدوث دنیا ملاحظہ ہو۔

اسکا جواب وکیل سماج یہ بیان فرماتے ہیں۔ مَیں نہیں کہتا کہ دنیا اپنی ذات سے قدیم ہے۔ آپکا اصول کہ دنیا حادث ہے مَیں سولہ آنہ مانتا ہوں۔ دنیا اور قیامت ان دونوں کا یکے بعد دیگرے واقع ہونا قدیم ہے۔

وکیل سماج نے مناظر اسلام کا اعتراض تسلیم کرلیا دور کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

دنیا باعتبار اپنی ذات کے قدیم ہی نہیں اور دنیا کا حادث ہونا بھی سولہ آنہ منظور ہے۔ مگر دنیا اور قیامت کا یکے بعد دیگرے واقع ہونا قدیم ہے مناظر اسلام کا یہ مطلب ہی کہ اصول آریہ سماج پر دنیا کا ایک دفعہ بھی وجود میں آنا محال ہے۔ چہ جائیکہ غیر متناہی مرتبہ۔

دنیا جب پیدا ہو کہ جب پہلے اون کے عمل اس قابل ہولیں کہ اون کو کوئی قالب ہی اور یہ جب ہو کہ پہلے نزول وید ہو۔ اور نزول وید جب ہو کہ جب پہلے وید پر عمل کرلیں۔ تو اس صورت دنیا واقع ہی کیسے ہو سکتی ہے۔ چہ جائیکہ غیر متناہی مرتبہ۔

واقعی یہ بات نہائیت باریک ہی۔ اس صورت میں جیسے دنیا کا ایک مرتبہ

اس صورت میں وید کا خدائی کتاب ہونا اوسکا ابتداء دنیا میں ہونا یہ تو بعد
کی بات ہے۔ اب تو اس کے وجود ہی کے لالے پڑ گئے۔
نہ ویدا اس شرط پر خدا کی کتاب ہوسکتی ہے۔ نہ غیر کی۔ نہ ابتداء دنیا میں آسکتی
ہے نہ درمیان میں۔ باوجود وقت ملنے کے مناظر سماج نے اس نہایت قوی
اور سخت حملہ کا کوئی بھی جواب نہیں دیا۔
(ج) اس کے بعد وکیل سماج یہ فرماتے ہیں کہ اسلام کی جانب سے
بڑا اعتراض یہ ہے کہ جس کتاب میں ترکہ کا ذکر نہیں وہ خدائی کتاب نہیں اور
جسمیں رشتہ داروں کے تعلق کہ کس کس سے نکاح جائز ہے اور کس کس سے
نہیں نہو وہ خدائی کتاب نہیں۔ اسکا جواب وکیل سماج یہ فرماتے ہیں۔ رگوید
منڈل سوکت ۸۵ منتر ۴۴ میں ماں بہن۔ بیٹی کے متعلق لکھا ہے۔ کہ شادی نہیں
کرنی چاہیئے۔ اوسمیں ایک مثال دی ہے۔ جس سے وہ بات اور بھی صاف ہوگئی۔
جو صاحب دیکھنا چاہیں دیکھ لیں۔ ترکہ اور وراثت کے متعلق یہ جواب ہے کہ
وائے بھاگ رگوید اشٹک ۳۔ ادھیاء ۲۔ ورگ ۵۔ اتھروید کانڈ شوکت ۱۷۔ منتر ۱۔
اوسمیں وائے بھاگ کے متعلق بتایا گیا ہے۔ کہ بیٹے کو دینا چاہیئے۔ بیٹے کے نہونے
پر بیٹی کو دینا چاہیئے۔ کیونکہ لڑکی کے پتر کو نانا گود لے سکتا ہے۔ اس کے بعد
ایک منتر ہے کہ لڑکی کی شادی دُور ہی ہونی چاہیئے۔ اپنے کٹم سے بھی دُور ہو
اپنے گوتر میں بھی نہ ہونی چاہیئے۔ ہر طرح کی دُوری ہونی چاہیئے۔
اس پر مناظر اسلام ایک نہایت مضبوط اور زبردست اعتراض کرتے
ہیں۔ کہ احکام کیفیت وراثت مہاشہ جی نے تسلیم کرلی۔ مگر رگوید کا حوالہ سُنا دیا۔
نہ اوسکا منتر پڑھا نہ ترجمہ ترکے کے متعلق بھی اصلی الفاظ پڑھیں ٹھیک ترجمہ کریں
اسکا جواب وکیل سماج یہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کل آپ نے نہ آیت پڑھی نہ

کسی آیت کا تقاضا کیا۔ نہ ہم نے بلا ضرورت آیت اور ترجمہ پڑھا۔ آپ باوجود تقاضا کے نہیں پڑھتے۔ اس ضروری اور سخت ضروری بات کا وکیل سماج نے باوجود وقت ملنے کے کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ یہ وہ بات ہے کہ مناظر اسلام نے اسکو پہلی تعریف میں بھی پیش کیا تھا۔

جسکا جواب بابو شانتی سروپ صاحب نے ہی آج پر حوالہ دیا تھا۔ حیرت پر حیرت اور تعجب پر تعجب ہوتا ہے۔ کہ باتفاق فریقین یہ امر طے پاچکا کہ مذہب حق کی کتاب میں ضروریات انسانی اور مذہبی کا ہونا ضروری ہے اور ماں بہن۔ بیٹی وغیرہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ مرنے کے بعد مال کے تقسیم ہونے کا طریقہ یہ بھی ضروریات مذہب میں داخل ہے۔ اور تمام امور کے ساتھ مناظر اسلام باربار تقاضا بھی کرتا ہے۔ کہ اصلی منتر اور ترجمہ پیش کرو مگر پھر بھی باوجود تقاضا شدید کے اور وقت ملنے کے اور تقریریں کیجاتی ہیں دوسرے کی کتاب کی آئتیں پڑھی جاتی ہیں۔ ترجمہ کیا جاتا ہے۔ قرآن کے علاوہ حدیث کی موٹی موٹی کتابیں بھی دکھائی جاتی ہیں۔ مگر نہیں ظاہر کیا جاتا۔ تو منتر نہیں پڑھا جاتا۔ تو اوسکا ترجمہ جس سے یہ معلوم ہوجاوے کہ ماں۔ بہن۔ بیٹی سے بیاہ ناجائز تقسیم ترکہ کی صورتیں یہ ہیں۔

جب یہ امر مسلم ہوچکا کہ جس مذہب اور کتاب میں ضروریات مذہبی کا بیان نہ ہو۔ وہ مذہب حق نہیں ہوسکتا۔ اور اسی کے لئے یہ مناظرہ قایم کیا گیا۔ کہ مذہب حق کی تعریف اور معیار کیا ہے۔

ہزارہا پبلک نے اپنا قیمتی وقت صرف کیا مگر کچھ بھی مناظر سماج اوسی بات کو بیان فرماتے ہیں۔ جس کے لئے مناظرہ قایم کیا گیا ہے۔ اور جو بحث کا موضوع ہے۔ برات بڑی لانبی چوڑی موجود۔ مگر تلاش کرنے کے بعد

یہ بات کہ بتلائی تھی کہ وید کا یہ منتر ہی اور اوس کا یہ ترجمہ ہے۔ جس پر بحث کا مدار ہو

مناظر اسلام غیرتیں بھی دلاتا ہے۔ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ آپ کا ٹالدینا دال میں کالا بتاتا ہے۔ اور اوستاد غالب کا شعر بھی سناتا ہے۔

بیخودی بے سبب نہیں غالب + کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

مگر مناظر سماج ان تمام باتوں کو سنکر شربتا انگور نہیں۔ بلکہ مغلوق عیار شنبر خلاف طبع فرو کرتا ہے۔ اور کچھ جواب نہیں دیتا۔ اس کے بعد ہار جیت کا فیصلہ لکھنا کسی پنچ اور جج کو ضروری نہیں۔ بلکہ ایک ادنیٰ آدمی بھی فیصلہ دے سکتا ہے۔

(د) اوس کے بعد مناظر سماج بیان فرماتے ہیں۔ یہ بات کہ اوسمیں ملہم کا نام ہونا ضروری ہے۔ ایسے مذہب حق کیلئے جو ابتدائے دنیا میں ظاہر ہو۔ بتلانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ تواریخ کا کام ہے۔ اور نہ الہام کا۔ اس کے متعلق مناظر اسلام یہ فرماتے ہیں۔ کہ ملہموں کا حال درج ہونا تاریخی حال بتایا جاتا ہے۔ مگر حوالہ دیتے ہوئے سوامی دیانند جی صاحب کا کلام نقل کرتے ہیں۔ سوال یہ ہی جس حالت میں ویدوں کے لانیوالوں کا نام نہیں ہے۔ تو آریوں کے پاس کیا ثبوت ہے۔ اون کو کیا حق ہے۔ کہ ہندوؤں کا خلاف کرتے ہیں۔ جن رشیوں کو ہندو مانتے ہیں۔ یعنی برہما جی کو آریہ کیوں نہیں مانتے۔ باوجودیکہ دونوں وید کے حامی اور ماننے والے ہیں۔ اور ہندوؤں تعداد آریوں سے کروڑوں میں زائد ہی اسکی کیا وجہ ہی کہ چند آدمیوں کا قول مانا جائے اور اس جماعت کثیرہ کو غلطی پر کہا جائے۔ لہذا الہامی کتاب میں ملہم کا نام ہونا ضروری ہے۔ تاکہ یہ جھگڑا واقع نہ ہو اور اوس کے حالات پوری طرح سے روشنی میں آجائیں۔

ظاہر کرتے ہیں اونکے تسلیم کرنے کے لئے کونسی دلیل ہمکو مجبور کرتی ہے۔
اسمیں سب سے زیادہ بڑا اختلاف یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کی نسبت آریہ سماجی ویدونکو کم تبلاتے ہیں۔ اور ہندو اون سے زیادہ۔ نہ ویدوں میں رشیوں کا نام ہے نہ وید کلام محدود ہے۔ جسکی ابتداء انتہا معلوم ہو۔ ایسی کتاب نہ خدائی کتاب ہوسکتی ہے نہ قابل عمل۔
یہ جھگڑا صرف اسی وجہ سے پیدا ہوا کہ رشیوں کا نام الہامی کتاب میں مندرج نہیں۔ اس معقول بات کا مناظر اسلام یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ ہندو وید کے حامی وید کے پیرو آریوں سے پہلے اور تعداد میں زائد ہیں۔ اونکی شہادت گھر کی شہادت ہے۔ اس بارہ میں ایک ہندو کی شہادت غیر مذہب کے لاکھوں کی شہادت سے فیصلہ کنندہ کی نظر میں وقعت رکھتی ہے۔ اسکا جواب بھی مناظر آریہ سماج کچھ نہیں دیتے۔ برہماجی کے متعلق یہ فرماتے ہیں۔ کہ سناتنی اونہیں چار مُنہ والا مانتے ہیں۔ ہم چار رشی علیحدہ مانتے ہیں۔ اور پھر یہہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ہے کہ جیسے اسم جنس کے اطلاق کئی فردوں پر بھی آتا ہے۔ مناظر آریہ سماج متکلّم کے خلاف اوس کے معنی اوس کے مُنہ پر بیان کرتا ہے۔ اون کو یہ خیال نہیں کہ آیا برہماجی کسی خاص شخص کا نام ہے۔ یا مثل گھوڑے۔ بیل۔ انسان کے اسم جنس ہے۔ وہ ایک شخص کے چار مُنہ مانتے ہیں۔ یا چار شخصوں کے چار۔ اور پھر اسکو ایک کہتے ہیں۔ اب تو مناظر سماج توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید پر اعتراض نہ کرینگے۔ لہذا مناظر سماج اس جواب کے دینے سے بھی بالکل قاصر رہے۔
پھر ویدونکی زیادتی کمی کی نسبت یہ فرماتے ہیں کہ یہ اصطلاح کا ہیر پھیر ہے۔ یہاں بھی اس ضروری بات کو نہ تبلایا کہ وہ کونسی اصطلاح ہے۔ کہ

اس کے بعد مناظر سماج یہ فرماتے ہیں۔ کہ ستیارتھ پرکاش میں رشیوں کے ایسے ایسے اوصاف لکھے ہیں۔ کہ وہ ایسے ہوں۔ اون کے اندر نقص نہوں جو اُنکو اوسکی حیثیت سے گرادیں۔ حج کے وقت بجائے پرماتما کے خیال کے اپنی تمام عورتوں سے سمبھوگ کرے۔ ایسے نقصانوں سے رشی قطعی مبرا تھے برہمچاری تھے۔ صادق تھے۔ اپنی عمر میں کار پرچار کیا۔

اسکا جواب مناظر اسلام نے یہ دیا ہے۔ کہ ہمارے نبی کی معاشرت پر اشارہ کیا کہ حج میں عورتوں سے جماع کیا۔ یہ غلط ہے بہتان ہے۔ کسی عورت کا حق چھین لینا یہ بھی غلط ہے۔

وہ دن حضرت حفصہ کا نہ تھا۔ تو ماریہ قبطیہ سے صحبت کرنا کسی دوسرے کا حق چھین لینا نہوا۔ اسکے جواب میں مناظر سماج نے حضرت عائشہ کی روایت پیش کی۔ اور دوسری روایت حج کے متعلق پیش کی۔

اس کے متعلق مناظر اسلام نے بیان فرمادیا۔ کہ مباشرت کے معنی جماع کرنیکے نہیں ہیں۔ بلکہ بدن سے بدن ملانے کے ہیں۔ جسکو صاحب مجمع البحار بیان فرماتے ہیں۔ المباشرت المعاشرت والملامسة یعنی مباشرت ایکدوسرے کے پاس رہنا اور اسکو چھونا ہے۔ اسی حدیث کی تحقیق میں یباشرنی کا ترجمہ یمسنی کا فرماتے ہیں۔ یعنی مجھکو ہاتھ لگاتے تھے اس کے علاوہ حدیث میں بھی لفظ موجود ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ تمکو ایسی حالت میں ہاتھ لگانا بھی نہیں چاہئے۔ کیونکہ تمکو اپنے نفسوں پر ایسی قدرت نہیں ہے۔ جو رسول اللہ کو تھی اور حج کی نسبت تو اوسی کتاب میں جسکو سماج کے مناظر نے پیش کیا ہے۔ صاف صاف لکھا ہے کہ یہ حج سے پہلے کا قصہ ہے اور قبل احرام کا جس سے پہلے حج شروع نہیں ہوتا۔

صاف حکم موجود ہے۔ ذاتی حالت کیش میں علیحدہ دکھو۔ اس کے بعد مناظر آریہ

کہتا ہے کہ مذہب حق کی کتاب میں غیر خدا کی پوجا کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے

وہ ایک منتر سناتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگنی کی پرستش کیجائے۔ میں

اگنی اس اطاعت اور عاجزی سے تمہارے لئے اگنی کو بلاتا ہوں۔ اے اگنی میں

تیرا سچا بندہ بہت سی نذروں کیساتھ مدح سرائی کرتا ہوں گے۔ اگنی اور اندر کی پوجا

سے سام وید کے باب کے باب بھرے ہوئے ہیں۔

اسکا جواب مناظر سماج یہ دیتا ہے۔ کہ اس منتر میں اگنی کی پیدائش کا ذکر ہے

کہ وہ لکڑیوں سے پیدا ہوتی ہے نہ اوسکی پوجا کا۔

اس کے جواب میں مناظر اسلام یہ فرماتے ہیں۔ کہ اگنی کی پیدائش ہی کا ذکر

نہیں بلکہ اگنی کی عبادت کا بھی ذکر ہے۔ اے اگنی تو ہون کے کام میں بڑا

بہتر ہنر دکھاتا ہے۔ بس اے اگنی تو دیوتاؤں کو اوس پرہیزگار مرد کے

پاس لا جو خوشی خوشی تیری عبادت کرتا ہے۔

اوّل تو پہلے منتر میں بھی یہ لفظ موجود ہے کہ اگنی میں تیرا بندہ بہت سی نذروں

کے ساتھ تیری مدح سرائی کرتا ہوں۔ جسکا صاف مطلب اگنی کی عبادت کرنا ہی

اور اسکی بڑی دلیل یہ ہے کہ ہمیں نے نہیں بلکہ سناتن دھرمیوں نے بھی لاکھوں

کروڑوں برس سے ایسے منتروں کے یہی معنی سمجھے ہیں۔ کہ اگنی کی عبادت کیجائے

تو ایسے ہی معنی صحیح ہونگے۔ نہ کہ آریہ سماج کے تصنیف کردہ۔

اور دوسرے منتر میں تو صاف یہ موجود ہے۔ جو خوشی سے تیری عبادت

کرتا ہے۔ اس منتر کو سننے کے بعد سناتن دھرمیوں کی طرح مناظر سماج نے بھی

تسلیم فرمایا کہ بیشک اس منتر کا یہی مطلب ہے اور وید ضرور غیر خدا کی عبادت کرنیکا

حکم دیتا ہے۔ اور جس کتاب میں غیر خدا کی عبادت کا حکم ہو۔ وہ خدائی کتاب

... تاویل کی بھی گنجائش نہ ملی۔

لہذا ہم بحیثیت پنچ ہونے کے فتح اسلام کی اقراری ڈگری دیتے ہیں کہ وکیل سماج نے مان لیا۔ کہ وید میں غیر خدا کی عبادت کا حکم ہے۔ اور جس کتاب میں غیر خدا کی عبادت کا حکم ہے۔ ہرگز خدا کی کتاب نہیں ہو سکتی۔ فتح اسلام کا جو فیصلہ دیا ہے۔ وہ بالکل واقعات پر مبنی اور سچا ہے۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ۔ بندہ محمد انور شاہ

محمد ابراہیم دہلوی۔ محمد عبد الرحمان خاں

محمد مبارک حسین

فیصلہ پنچانِ آریہ سماج

پنڈت نارائن دت جی وید — ڈاکٹر سنگت رام جی

پنڈت بدری پرشاد جی وید — پنڈت جوالا دت جی۔

حکیم شب سنگھ جی

مولوی صاحب نے جو تعریف مذہب حق کی کی ہے۔ وہ مختصراً یہ ہے
وہ انسان کی جملہ ضروریات جو قدرتی ہیں اُنمیں انسان کا ہادی اور رہنما
اور پورے طور پر اُس کی رہنمائی کرے۔

دوسری تعریف مولوی صاحب نے یہ کی ہے کہ مذہب حق وہ ہے کہ جسکی
کتاب الہام کا دعوے کرکے خدا کیطرف سے ملہم پہنچا دے۔ اُسکا نام بتاوے
ملہم خدا کے بتانے سے دنیا کو وہ احکام جو خدا کی طرف سے اُسکو بتائے گئے
ہیں۔ اُن ضرورتوں کے واسطے جاری کرے اور بندوں کو سکھاوے۔

اِن ہر دو تعریفات کے متعلق پنڈت شانتی سروپ کے اعتراضات حسب
ذیل ہیں:-

(۱) اوّل یہ کہ تعریف مذہب جامع نہیں ہے۔ کیونکہ اُس سے جملہ ضروریات
پوری نہیں ہوتیں۔ مثلاً روح اور[۱] قیامت کا علم۔ قرآن شریف میں نہیں ملتا
اسکی علاوہ اور بھی اہم مسائل ہیں جو انسان کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ جنکے اظہار

---

[۱] معترض نے تو دفع الوقتی کے لئے اصل مطلب نہ سمجھا۔ افسوس تو یہ ہے کہ آریہ پنچوں
نے بھی غور نہیں کیا۔ ضروریات سے مراد وہ حاجتیں ہیں جو ہر انسان کو خواہ وہ روح بلکہ خدا کا بھی
منکر ہو پیش آتی ہیں مثلاً ماں باپ کا اولاد کا۔ بیوی خاوند کا تعلق۔ پیدائش و موت کے واقعات وغیرہ
کیا روح اور قیامت کا معلوم کرنا بھی ان ضروریات میں داخل ہے؟ ہے تو پھر دہریوں کو کیوں نہیں؟ اصل
یہ ہے کہ آریہ مناظر دفع الوقتی اور جواب میں تمیز نہیں کر سکا کیونکہ ...

علاوہ ازیں قرآن شریف میں غیر ضروری امور درج ہیں۔ مثلاً یہ کہ خدا گمراہ کرتا ہے گمراہ کو۔ یعنی کسی انسان کو گمراہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے تاہم خدا اُسکو اور زیادہ گمراہ کرتا ہے۔ یہ ایک غیر ضروری امر ہے۔ انسانی ضرورت سے خارج ہے۔ لہذا یہ تعریف بلحاظ مانع نہیں ہے۔ تعریف مذہب کا دوسرا پہلو جو مولویصاحب نے ظاہر کیا ہے۔ وہ بھی مانع نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تمام اوصاف انسانی تصنیف میں پائی جاتی ہیں۔ ہر ایک مصنف مدعی ہوکر اپنی تصنیف شدہ کتاب کو بموجب تعریف مولوی صاحب کے کلام الٰہی ٹھیرا سکتا ہے۔ مولوی صاحب نے جو اقسام ظاہر فرمائے ہیں جنکی تعریف مذہب کے سلسلے میں قطعاً ضروری نہ تھی۔ اُن اقسام سے بھی تائید اس امر کی ہوتی ہے کہ دیگر ضروری اقسام نظر انداز رہیں اور اس طرح پر خود مولوی صاحب کے دیئے ہوئے اقسام سے۔

ج معترض نے جامع مانع لفظ تو سُنے ہوئے ہیں لیکن اُنکے معنے شائد نہیں سمجھے ہونگے کسی تعریف کا مانع نہ ہونا یہ ہے کہ غیر معرف اُس میں آجائے۔ مثلاً گائے کی تعریف یہ کریں کہ وہ ایک چوپایہ ہے جو دونوں وقت دودھ دیتا ہے۔ تو یہ تعریف گائے کے علاوہ بھیڑ بکری اور بھینس وغیرہ پر بھی صادق آئیگی۔ بالفرض اگر قرآن مجید نے ایک مضمون ایسا بیان کر دیا جو انسانی ضروریات سے زیادہ ہے تو اس سے کونسا غیر معرف اس تعریف میں داخل ہوگیا۔ کیا وید پر یہ تعریف صادق آگئی۔ کیا وید کی نسبت آپکا یہ خیال ہے کہ وہ غیر ضروری مضامین بیان کرتا ہے۔ اس لئے تعریف مانع نہیں معلوم ہوتا ہے کہ مہاشہ شانتی سروپ (سابق محمد علی) نے ایام طالب علمی میں مدارس عربیہ میں کہیں سنا ہوگا کہ تعریف کا جامع مانع نہ ہونا عیب ہے مگر اُس کے معنے نہیں جانتے ہونگے

اس لئے بے سمجھی سے ایسا

کہدیا اور پنچوں نے بھی

وید کے متعلق جو مولوی صاحب نے اشارہ کیا ہے وہ فعل مولوی صاحب کا اُنکے دعوائے شرائط کے خلاف تھا اس لئے اُس کے متعلق کسی فیصلہ کی ضرورت نہیں ہے ۔

پرچہ نمبر ۲

اہل اسلام کی جانب سے ہاتھ کی مثال جو دیگئی ہے ۔ وہ ٹھیک معلوم نہیں ہوتی کیونکہ انسانکے دل سے خواہ وہ کافر ہو یا مسلم قوت اعتقادی زائل نہیں ہوتی ۔ اس لئے ہاتھ کے خشک ہو جانے اور اُس کی حرکت کرنے کی قوت زائل ہو جانے کی مثال غلط ہے ۔ نیز ہاتھ کے خشک کرنے اور اُس کی قوت زائل کرنے میں انسان خود فاعل ہے ۔ مگر البتہ (وَمَن يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ) ارتھ ۔ اور جسکو گمراہ کرتا ہے اللہ ۔ پس اُسکو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا ۔

بقول اس (ارتھ) کے فعل گمراہی کا فاعل خدا خود ہے نہ کہ ہاتھ خشک کرنیوالے کیطرح گمراہ شدہ انسان فاعل ہے ۔

دوسری تمثیل جو مولوی صاحب نے ہائی کورٹ کے فیصلہ کی دی ہے وہ بھی غیر متعلق ہے کیونکہ کسی ہائی کورٹ نے چور کو چوری کے جرم میں چوری پر قائم رکھنے کی سزا نہیں دی نہ کسی باغی کو بغاوت پر قائم رکھنے کی سزا دی ۔ الہامی کتاب کی تعریف بقول مولوی صاحب انسانی تصنیف شدہ کتاب کے موازنہ سے یہ پائی جاتی ہے کہ الہامی کتاب میں اختلاف نہیں ہو سکتا ۔ اگر اختلاف ہوگا تو وہ کلام الٰہی نہیں ہو سکتی ۔ بس دیکھنا یہ ہے کہ قرآن شریف میں بقول مولویصاحب اختلاف ہے یا نہیں ۔

بقول پنڈت شانتی سروپ جی اُسمیں اختلافات ہیں مثال کے طور پر جیسا کہ

سوائے اسکے خدا شرک کو نہیں بخشتا مگر فرشتوں کو سجدہ کرنیکا حکم دیتا ہے کہ وہ انسان کا سجدہ کریں اور اس جگہ شرک کو فعل نیک میں شمار کرتا ہے۔ اور شیطان کے شرک نہ کرنیکو فعل بد قرار دیکر مردود قرار دیتا ہے ۵۳

اس سے نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی۔ ظالم کو غیر ظالم اور غیر ظالم کو ظالم ٹھیرایا گیا ہے یہ اختلاف صریح ہے۔ اور خدا کا صدق و عدل بھی کافور ہے لہذا قرآن شریف بوجہ اسکے کہ اوسمیں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کلام الٰہی نہیں ہے

مولوی صاحب نے مہرشی سوامی دیانند سرسوتی کی نسبت بحوالہ بودھوں کے فرمایا وہ مثال بھی ایسی ہی غلط ہے۔ جیسی کہ خشک ہاتھ کرنیکی کیونکہ اس مثال میں جہاں بھی جہالت کی زیادتی کی۔ بودہ خود فاعل ہیں نہ کہ خدا۔ بقول پنڈت شانتی سروپ جی جیسے کہ خدا گنہگار ہے اوسی طرح رسول بھی بیگناہ نہیں ہے۔ مثال کیواسطے سورۂ تحریم میں مذکور ہے کہ محمد صاحب نے اپنی ایک بیوی کے باری کی شب میں جو اسکا حق تھا ماریہ قبطیہ لونڈی سے ہمبستر ہوئے اوس پر اونکی بیوی ناراض ہوئیں۔ اپنی بیوی کو رضامند کرنے کیلئے اوس لونڈی ماریہ قبطیہ کو خدا کے منشا کے خلاف۔ منشا اپنی بیوی کو مد نظر رکھکر خدا کے حلال کئے ہوئے کو حرام کر دیا۔ گویا دو جرم ثابت ہوئے۔ ایک اپنی بیوی کیساتھ بے انصافی کی۔ دوم یہ کہ خدا کے حلال کئے ہوئے کو حرام کیا ۵۴ اس طرح یہ رسول خدا بھی گناہ سے خالی نہیں اور

---

۵۳ شیطان تو اپنا عذر یہ نہیں کرتا کہ میں شرک نہیں کرتا مگر اوس کے مددگار اوسکی طرف سے اوس کو جرم سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں منشئے سجدۂ آدم تعظیمی تسکا دینا اس لئے شرک نہ تھا لہذا اختلاف کوئی نہیں (مرتب)

۵۴ بیوی گھر میں نہ تھی اسلئے اوسکا حق نہ تھا خدا کی بے فرمانی بھی نہیں کیونکہ اس کے متعلق ابھی تک کوئی حکم نازل نہیں تھا جبتک حکم نہ ہو جرم نہیں ہوتا لہذا کوئی

چونکہ پنڈت شانتی سروپ جی کی پیش کردہ آیات کے ترجمہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا
اس لئے اونکا ترجمہ قابل تسلیم اور پذیرائی ہے۔ پس ہماری رائے میں بقول پنڈت
شانتی سروپ کے خدا و رسول و کلام الٰہی تینوں کی پوزیشن ٹھیک نہیں ہے۔ اور
ماریہ قبطیہ کا قصہ جو مجمع عام میں سنایا گیا وہ نہایت شرمناک اور نبی کی شان کے
خلاف ہے۔ ماریہ قبطیہ کا بیان ہم نے خود پڑھا اور سُنا وہ صحیح ہے۔ اور اسکا انتخاب
اوس کے ساتھ ہے۔

لہٰذا ہم لوگ فیصلہ دیتے ہیں

کہ ہماری رائے میں مذہب حق کی جو تعریف کی گئی ہے وہ جامع اور مانع نہیں ہے اور
قرآن مجید کتاب الہامی نہیں ہے فقط

العبد العبد

پنڈت بدری پرشاد وید — العبد ڈاکٹر سنگت رام

العبد شب سنگھ بقلم خود — جوالادت شرما

پنڈت نارائن دت

یہ تحریر مکمل ہو کر دستخط پنچان از جانب سماج اہل اسلام کو تبادلہ میں دیگئی

پنڈت نارائن دت بتاریخ ۱۰۔ مارچ ۱۲ء

ﺼﻪ ماریہ قبطیہ کا قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھی اور لونڈی ہر ایک
مذہب میں مثل بیوی کے ہوتی ہے فرق صرف سینیر جونیر (اول دوم درجہ)
کا ہوتا ہے۔ اس لئے اوس سے ملاپ کرنا بیوی کے ملاپ کیطرح ہوتا ہے۔ جو نہ کسی
نبی کی شان کے خلاف ہے نہ کرشی کی۔ ہاں آریہ پنچوں کے خلاف ہو۔ تو
اسکا مضائقہ نہیں۔ سچ ہے ﺼﻪ

(مرتب) گلستان سعدی ... دوست ... دشمن ... است